حقیقی تعلیمات اسلامیہ امامیہ کا بے باک ترجمان

ماہنامہ
دقائق اسلام
سرگودھا

زیرِ انتظام
جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاھد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا
فون: 048-3021536

Website: www.sibtain.com Emails: smi51214@gmail.com Sultanulmadarisislamia@gm

جلد ۱۹ | اگست سنہ ۲۰۱۵ء | شمارہ ۸

فہرست مضامین

مُدیر اعلیٰ : ملک مُمتاز حسین اعوان
مُدیر : گلزار حسین محمدی
پبلشر : ملک مُمتاز حسین اعوان
مطبع : انصار پریس بلاک ۱۰
مقام اِشاعت : جامعہ علمیہ سُلطان المدارس سرگودھا
کمپوزنگ : الخطاط کمپیوٹرز 0307-6719282
فون : 048-3021536

زرِ تعاون 400 روپے
لائف ممبر 5000 روپے

اداریہ

اسلامی ممالک میں دہشت گردی کی نئی لہر

امت مُسلمہ میں اختلاف وانتشار کی خطرناک صورتِ حال پیدا ہو چکی ہے۔ بدامنی، قتل وغارت اور دہشت گردی کی بھیانک واردات شروع کی جا چکی ہیں۔ القاعدہ، داعش اور طالبان کی مردم کش کارروائیاں جاری وساری ہیں۔ تازہ ترین واقعات میں سعودی عرب میں نماز جمعہ کے موقعہ پر خودکش دھماکا، اور کویت کی مسجد میں نماز جمعہ کے دوران دھماکے سے بہت سی قیمتی جانیں ضائع ہو گئی ہیں۔ ملت تشیّع کے خلاف بین الاقوامی طور پر مُنظّم طریقے سے دہشت گردی جاری وساری ہے۔ پاکستان میں گزشتہ بیس سالوں سے شیعہ کشی کی وارداتیں تسلسل سے کی جا رہی ہیں۔ اجتماعات اور مساجد پر حملے کر کے بے گناہ افراد کا قتل عام کیا جا رہا ہے۔ ٹارگٹ کلنگ کے ذریعے شیعہ زعما و رؤسا علماء شعراء ڈاکٹرز کو ظالمانہ طریقے سے قتل کیا جا رہا ہے۔ دورِ حاضر کے مُسلمانوں کے لیے غور وفکر کا مقام ہے کہ یہ سفاکی اور درندگی کہاں کا اسلام ہے۔ اسلام تو امن و آشتی اور محبّت کا پیغام دیتا ہے۔ دنیا میں غیر مُسلم اقوام بھی موجود ہیں، ان میں اختلافات بھی پائے جاتے ہیں۔ مگر انھوں نے ایک دوسرے کو برداشت کر رکھا ہے۔ غیر مُسلم ممالک قدرے امن سے زندگی گزار رہے ہیں۔ مگر مُسلمان ممالک کی اکثریت بے چینی، قتل وغارت اور دہشت گردی سے لبریز ہے...... تاریخ میں کئی بار ایسا ہوا کہ دوسرے مکتب کے لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ مگر کوئی مکتب ختم تو نہیں ہو گیا۔ اموی اور عباسی ادوار میں شیعیانِ علیؑ کو چن چن کر مارا گیا۔ مگر شیعہ دنیا کے ہر خطے اور مُلک میں کثرت سے موجود ہیں...... دشمنانِ تشیّع کو یہ بات کیوں سمجھ نہیں آتی کہ کتنوں کو مارو گے؟ یہ تشدد اور ظالمانہ رویہ اہلِ تشیّع کے لیے سعادت، پھولنے پھیلنے اور کردار سازی کے مواقع پیدا کر رہا ہے...... اسلام کے نام پر کافرانہ اور مشرکانہ رویہ اپنا کر امت مُسلمہ کو کس قدر نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔ اس کا اندازہ لگانا بہت مُشکل ہے۔ ملت تشیّع کو اپنے تحفّظ اور دفاع کو مضبوط بنانا وقت کی اہم ضرورت ہے...... ہم نے دقائق اسلام کے صفحات میں ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ اتحادِ امت مُسلمہ برقرار رہے اور یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اتحادِ امت مُسلمہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ عالمی طاغوتی طاقتیں مل کر اسلام اور مُسلمانوں کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ ان کے نزدیک شیعہ سنی بریلوی دیوبندی اہلِ حدیث سب برابر ہیں اور سب کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ ان کی جنگ مفاد کی جنگ ہے...... ہمارے مُسلمان بھائی اپنے ہی مُسلمان بھائیوں کا گلا کاٹ کر جنّت کے حقدار بنے بیٹھے ہیں...... کاش ہماری یہ آواز صاحبانِ اقتدار تک پہنچائی جائے کہ آپ کا اقتدار بھی محفوظ نہ رہے گا۔ اگر یہ صورت حال رہی تو مُسلمان ممالک پر استحصالی قوتیں قبضہ جما لیں گی۔ مُسلمان اور مُسلمان حکمران ہوش کے ناخن لیں اور امن واخوت سے اسلامی دنیا کو آباد وشاد کریں۔ بیرونی سازشیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔

رہے گی کس طرح راہ امن کہ رہنما بن گئے ہیں رہزن
خدا نگہبان ہے قافلوں کا اگر یہی رہزنی رہے گی (حالی)

باب العقائد

بدعت، ذاتی رائے اور قیاس

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

گزشتہ شمارہ میں بدعت اور ذاتی رائے وقیاس کی حقیقت اور اس کی مذمت بیان کی جا چکی ہے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ یہ تلخ حقیقت سپردِ قلم کریں کہ اس سلسلہ میں ہمارے عوام اور نام نہاد خواص کی کیا حالت ہے؟

مندرجہ بالا تحقیق انیق سے معلوم ہو گیا کہ جس چیز کے اصل جواز پر کوئی شرعی دلیل موجود ہے مگر اس کا وہ طریقہ کار اپنانا جس کی عہد رسالت میں ضرورت نہ تھی لیکن اب ہے، وہ بدعت میں داخل نہیں ہے۔ جیسے مدارسِ دینیہ کا اجراء، تبلیغی انجمنوں کا قیام، دینی رفاہی اداروں کا اہتمام یا قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لیے علومِ آلیہ از قسم صرف و نحو وغیرہ کی تدریس یا اغیار کے ایرادات کی رد کے لیے منطق و فلسفہ کی تعلیم، یا جہاد کے لیے جدید اسلحہ بنانا اور اس کے استعمال کرنے کا طریقہ سیکھنا سکھانا، لاؤڈ سپیکر کا استعمال یا دینی مجالس و محافل کا انعقاد وغیرہ وغیرہ

یہ سب چیزیں جائز اور مباح ہیں مگر نہ اس لیے کہ وہ بدعت حسنہ ہیں بلکہ اس لیے کہ یہ بدعت ہیں ہی نہیں۔ کیونکہ ان کاموں کی اصل یعنی پڑھنے پڑھانے، دین حق کی نشر و اشاعت کرنے، اعلاء کلمۂ حق کی خاطر جہاد کرنے اور مفادِ عامہ کی خاطر رفاہی کام کرنے کے جواز بلکہ استحباب بلکہ وجوب پر شرعی عمومی دلائل موجود ہیں، ہاں ان کی موجودہ صورت عہد رسالت میں موجود نہ تھی کیونکہ اس وقت اس کی اس طرح ضرورت نہ تھی مگر اب جبکہ عصر جدید کے جدید تقاضوں کے پیشِ نظر ان تدبیروں اور ان صورتوں کا اختیار کرنا ناگزیر ہے تو اگرچہ یہ چیزیں فی حد ذاتہ عبادت نہیں، البتہ عبادت کا ذریعہ اور مقدمہ ضرور ہیں، اس لیے ان کو عبادت کہا جا سکتا ہے۔ بقول بعض اعلام یہ چیزیں ''احداث فی الدین'' کے زمرہ میں نہیں آتیں، بلکہ یہ ''احداث للدین'' میں داخل ہیں۔ ظاہر ہے کہ شرع انور میں ''احداث فی الدین'' کی ممانعت ہے نہ کہ ''احداث للدین'' کی۔ بنابریں کسی منصوص جائز کام کی تکمیل کے لیے زمانہ کے تقاضوں کے مطابق کوئی نئی صورت اختیار کرنا ممنوع نہیں بلکہ جائز ہے۔

بنابریں گو ہر نئی چیز کو لغوی معنی کے اعتبار سے بدعت کہا جا سکتا ہے مگر شرعی اصطلاح میں بدعت کا مفہوم یہ ہوگا کہ دین میں ایسی چیز پیدا کرنا جس کی اصل دین میں نہ پائی جائے اور جس کا داعیہ موجود ہونے کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے جانشینانِ برحق نے وہ کام نہیں کیا جیسے عرس وغیرہ۔ فتدبر وتفکر

اسی طرح دینی امور اور شرعی معاملات میں ذاتی

رائے وقیاس پر عمل کرنے کی مذمت سے قرآن اور دفتر حدیث چھلک رہے ہیں، اور اس کی حرمت کا قائل ہونا ہمیشہ سے مذہب شیعہ خیر البریہ کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ چنانچہ:

① حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "ان اول من قاس ابلیس" سب سے پہلے جس نے قیاس کیا اور اس پر عمل کیا وہ ابلیس لعنتی ہے۔

لہٰذا جو شخص بھی دین میں قیاس کرے گا وہ بروزِ قیامت ابلیس کے ساتھ محشور ہوگا۔ (اصول کافی)

② نیز انہی حضرت سے مروی ہے، فرمایا: "من عمل بالقیاس لم یزل دھرہ فی ارتماس" جو شخص قیاس پر عمل کرے گا وہ ہمیشہ شک و شبہ کی وادی میں چکر لگاتا رہے گا۔ (اصول کافی)

③ نیز انہی جناب سے مروی ہے کہ آپ نے عبدالرحمن بن حجاج سے فرمایا کہ میں تمھیں دو خصلتوں سے روکتا ہوں کہ ان کی وجہ سے بہت سے لوگ ہلاک ہو چکے ہیں۔

① "ایاك ان تفتی الناس برأیك" ایک تو اپنے رائے و قیاس سے لوگوں کو فتویٰ نہ دینا۔

② "او تدین بما لم تعلم" دوسرے جس چیز کا علم و یقین نہ ہو اسے دین سمجھ کر اس پر عمل نہ کرنا۔

(اصول کافی)

④ نیز آنجناب علیہ السلام سے ہی مروی ہے کہ فرمایا: سب سے کمتر چیز جس کی وجہ سے آدمی مشرک بن جاتا ہے یہ ہے کہ: "ابتدع رأیا فاحب علیه و ابغض" آدمی کوئی نظریہ خود گھڑے اور پھر اسی کو اپنی محبّت و نفرت کا معیار قرار دے، یعنی جو اس پر عمل کرے وہ اس سے محبت و پیار کرے اور جو اسے قبول نہ کرے تو یہ اس سے نفرت کرے۔ (اصول کافی)

محدث جزائری مرحوم نے اپنی کتاب انوار نعمانیہ میں شرک کی تین قسمیں بیان کی ہیں: ① شرک جلی (جیسے بتوں کی پرستش وغیرہ) ② شرک خفی (جیسے ریاکاری وغیرہ) ③ شرک اخفیٰ (یعنی کسی شرعی امر میں اپنی ذاتی رائے وقیاس سے کسی قسم کا کوئی تغیر وتبدّل کرنا)

ان حقائق سے واضح وآشکار ہوگیا کہ خود ساختہ و من گھڑت طریقہ سے عبادت کرنا بھی خدا کو پسند نہیں ہے۔ چنانچہ امام بحقّ ناطق جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب شیطان انکارِ سجدہ سے راندۂ بارگاہِ خدا ہوا تو اس نے خدا کے دربار میں ایک درخواست دی کہ بارِ الٰہا! مجھے آدم کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی معافی دیدے، اس کے عوض میں تیری اتنی عبادت کروں گا جتنی کسی نے نہ کی ہوگی۔ ارشادِ قدرت ہوا:

اریدان اعبد کما اشآء لا کما تشآء

میں چاہتا ہوں کہ میری عبادت اس طرح کی جائے جس طرح میں چاہوں نہ اس طرح جس طرح تو چاہے۔

(تفسیر صافی و بحار جلد ا وغیرہ)

اربابِ عقل وخرد ذرا غور فرمائیں کہ جب معبود برحق کو اختراعی عبادت قبول نہیں ہے تو وہ کفار ومشرکین اور چند جاہلوں، گمراہوں، فاسقوں اور فاجروں کی اختراع کردہ رسموں کو کس طرح پسند کرے گا؟

حاشا وکلّا! ایسا تصوّر کرنا بھی گناہ کے زُمرہ میں آتا ہے۔ ارشادِ قدرت ہے:

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال و ھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب (نحل: رکوع ۲۱ پارہ ۱۴)

خبردار! کسی چیز کو اپنی ذاتی پسند و ناپسند کی بناء پر حلال و حرام نہ ٹھہرانا، ورنہ خدا پر افتراء پردازی کرنے والے قرار پاؤ گے۔

بھلا! جب دین اسلام ایک جامع اور کامل بلکہ اکمل دین ہے جس کے کامل ہونے کی گواہی خود خدا نے ان الفاظ کے ساتھ دی ہے:

الیوم اکملت لکم دیکم (الآیۃ)

تو اس میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی کرنے کی کس طرح گنجائش ہو سکتی ہے اور ایسے کامل دین کی موجودگی میں از خود کسی رسم و رواج کو اختراع کرنے کا کس طرح جواز نکل سکتا ہے۔

یہاں تو صرف حضرت رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ سند ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

پھر خاندانِ رسالت کے ائمہ طاہرین علیہم السلام کا عمل و کردار حجّت ہے۔

مثل اھل بیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبھا نجیٰ

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جس طرح دین اسلام کی صلاح و فلاح کی بنیادیں دو ہیں:

① اخلاص (جس سے عقیدہ و عمل خالص ہوتے ہیں)

② اتباعِ رسولؐ و آلِ رسولؐ (جس سے عقیدہ و عمل کی اصلاح ہوتی ہے)

اسی طرح فسادِ دین اور بربادیٔ مذہب کا سبب بھی دو چیزیں ہیں: ① شرک، اور ② بدعت۔ جن سے دین اسلام کی جڑیں کھوکھلی ہوتی ہیں اور دین وایمان تباہ و برباد ہوتے ہیں۔

بدعت اور ذاتی رائے وقیاس پر عمل کرنے کی خرابیاں اور تباہ کاریاں

اگرچہ دینی معاملات میں ذاتی رائے وقیاس اور بدعت پر عمل کرنے میں اس قدر دینی و دنیوی خرابیاں ہیں جن کا شمار کرنا مشکل ہے۔ مگر بطور نمونہ مشتے از خروارے ذیل میں بڑے اختصار کے ساتھ اس کی چند تباہ کاریوں کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

لیھلك من ھلك عن بینۃ و یحییٰ من حی عن بینۃ

① یہ خُدا کے دین سے بغاوت ہے

ہر حکومت کے کچھ قوانین و آئین ہوتے ہیں جن کی پابندی رعایا پر لازم ہوتی ہے اور کوئی حکومت ان کی خلاف ورزی برداشت نہیں کرتی۔ مثلاً اگر کوئی پاکستانی پاکستان کے اندر رہ کر کسی اور ملک کی کرنسی چلانا چاہے تو یہ قانونی جرم ہوگا۔ یا کوئی پاکستانی سپاہی کسی اور ملک کی وردی پہن کر ڈیوٹی پر حاضر ہو تو یہ قابلِ تعزیر جرم متصوّر ہوگا۔ تو بلا تشبیہ خُدا کے مُلک اور اس کے دین اسلام میں رہ کر اس کے مُتعیّن کردہ اور رسولؐ کے بیان کردہ طریقۂ عبادت و اطاعت میں ذاتی رائے وقیاس اور ذاتی پسند و ناپسند سے کسی قسم کا تغیّر و تبدّل کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟ اور جو کام سرکار محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کے اُسوۂ حسنہ اور ان کی سیرتِ طیبہ سے ہٹ کر کیا جائے وہ کیونکر اور کس طرح قابلِ قبول ہو سکتا ہے؟ یہ خُدا کے دین

سے کھُلّم کھلاّ بغاوت کے مترادف ہے۔

۲ اس سے لازم آتا ہے کہ دین مکمل نہیں ہے

بدعتی حضرات کے لیے دو ہی راستے ہیں، یا تو دین اسلام کو کامل و مکمل دین کہنا چھوڑ دیں (اور اس طرح قرآن کو جھٹلا کر اسلام سے نکل جائیں) اور اگر دین اسلام کو واقعی کامل و مکمل دین جانتے و مانتے ہیں (جس کی شہادت قرآن کریم ان الفاظ مین دیتا ہے: "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا") تو پھر بدعت اور ذاتی رائے وقیاس پر عمل کرنا چھوڑ دیں۔ کیونکہ عبادات و اعمال کے نئے طریقے ایجاد کرنے سے تو لازم آتا ہے کہ دین اسلام مکمل نہیں ہے، بلکہ اس کی تکمیل آج ہو رہی ہے۔

۳ اس سے لازم آتا ہے کہ رسولؐ نے خیانت کی ہے (معاذ اللہ)

بدعت اور رائے وقیاس پر عمل کرنے سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ اگر دین اسلام مکمل ہے تو پھر حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے پہنچانے میں خیانت کی ہے (معاذ اللہ) کہ انھوں نے خدا کا بنایا ہوا دین بے کم و کاست لوگوں تک پہنچایا نہیں ہے، بلکہ تبلیغ رسالت میں کوتاہی کی ہے۔ اس لیے لوگوں کو دین میں بدعات ایجاد کرنے کی ضروری پیش آئی ہے۔

اسی بناء پر بعض بزرگوں کا یہ کہنا ہے کہ جو شخص بدعت ایجاد کرتا ہے تو وہ گویا جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خیانت کا الزام عائد کرتا ہے کہ انھوں نے پوری شریعت نہیں پہنچائی...... لیکن اگر رسول تبلیغ رسالت میں خیانت نہیں کر سکتے، (اور یقیناً نہیں کر سکتے) تو پھر بدعت اور ذاتی رائے وقیاس کا کیا جواز ہے؟

۴ اس سے تحریفِ دین کا راستہ کھلتا ہے

اگر اپنی طرف سے عبادات یا اس کے حدود و قیود اور شرائط و ضوابط اختراع کرنے کو جائز قرار دے دیا جائے تو اس سے دین اسلام میں تحریف کا راستہ کھل جائے گا۔ اور اس طرح شریعت مقدسہ کا مقدس حلیہ بگڑ جائے گا۔ گزشتہ امتوں میں تحریف دین کا سب سے بڑا سبب یہی تھا کہ انھوں نے خُدائی کتابوں اور نبیوں کے بتائے ہوئے طریقوں میں تغیر و تبدل کر کے عبادات کے نئے نئے طریقے ایجاد کر لیے۔ اور رفتہ رفتہ نوبت بایں جا رسید کہ اصل اور نقل (نو ایجاد) میں امتیاز ختم ہو گیا۔

حالانکہ دین میں کسی قسم کی ترمیم و تنسیخ کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لا تبدیل لخلق اللہ...... ولا تجد لسنۃ اللہ تبدیلا...... چنانچہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ

کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک اس کی خواہش اس شریعت کے تابع نہ ہو جو میں لے کر آیا ہوں۔ (مشکوٰۃ کتاب الایمان)

اور جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا قول الا بعمل و لا عمل الا بنیۃ و لا نیۃ الا باصابۃ السنۃ

کوئی قول نہیں مگر عمل کے ساتھ، اور کوئی عمل نہیں مگر نیت کے ساتھ اور کوئی عمل اور کوئی نیت نہیں مگر تب کہ جب سنت نبویہ کے مطابق ہو۔ (بحار، وسائل ج ۱)

باب الاعمال

جادو کرنا، سیکھنا، سکھانا اور اس کی حقیقت

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

اور جادو کو ذریعہ معاش بنانا بالاتفاق حرام ہے۔ قرآن و حدیث میں جادوگر کی بڑی مذمت وارد ہوئی ہے حتیٰ کہ بعض اخبار میں وارد ہے: "الساحر کالکافر والکافر فی النار"۔ جادوگر مثل کافر کے ہے اور کافر جہنم میں ہے (نہج البلاغہ)

نیز جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں: من تعلم شیئا من السحر کان اخر عھدہ بربہ وحدہ القتل الاان تیوب۔ جو شخص کچھ بھی جادو سیکھتا ہے تو یہ اس کا خدا سے آخری تعلّق تھا (جو ختم ہوگیا) اور اس کی شرعی حد قتل ہے۔ مگر یہ کہ (اپنے اس جرم سے) توبہ کرلے۔

(تہذیب الاحکام و قرب الاسناد)

اور اس کی توبہ یہ ہے جیسا کہ ایک روایت میں وارد ہے کہ آئندہ کیلئے یہ عزم بالجزم کرے کہ صرف جادو کا علاج کرے گا) توڑ کرے گا (خود جادو نہیں کرے گا (حل ولاتعقد) (الکافی)

جادو سے مراد ہر وہ تعویذ، کلام، جنتر منتر، دھونی، تصویر، جھاڑ پھونک ہے یا وہ گرہیں اور قسمیں وغیرہ ہیں جو مسحُور (جس پر جادو کیا گیا ہے) کے بدن یا اس کے دل و دماغ پر اثر انداز ہوں یعنی اس شخص کو حاضر کرنے، بے ہوش کرنے، سلانے اور جگانے، کسی کی محبت یا عداوت میں گرفتار کرنے پر ان کے اثرات مرتب ہوں۔ مخفی نہ رہے کہ ملائکہ جنات ہمزاد اور احضار ارواح اور ان کی تسخیر اور ان سے کام لینا بھی اسی جادو میں داخل ہے اور کہانہ، قیافہ شعبدہ بازی بھی اسی کے ذیلی شعبے ہیں۔

بہر حال اس کی حقیقت جو کچھ بھی ہو (جسے ایک فقیہ سے اس کے ماہر زیادہ بہتر جانتے ہیں) قابل غور امر صرف یہ ہے کہ آیا جادو کی تاثیر واقعی ہے یا صرف اس میں فریب نظر اور قوتِ خیالیہ کی کرشمہ سازی کارفرما ہوتی ہے؟۔ اس سلسلہ میں علماء و فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض علماء تو اسے صرف فریب نگاہ اور قوتِ متخیلہ کی کارگزاری قرار دیتے ہوئے اسے ایک بے حقیقت چیز قرار دیتے ہیں، اور بعض اس کی واقعی تاثیر کے قائل ہیں اور اس گروہ میں پھر اختلاف ہے کہ اس کی یہ تاثیر کس حد تک ہوتی ہے۔ چنانچہ بعض نے تو اس سلسلہ میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے یہاں تک کہا ہے کہ اس کے ذریعے سے قلب ماہیت بھی ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ جادوگرانِ فرعون نے رسیوں کے سانپ بنا ڈالے تھے۔ اور دوسرے حضرات بعض صرف صحت و مرض اور حب و بغض تک اس کی تاثیر کو محدود جانتے ہیں بہر نوع ان تمام اقوال و آراء میں سے جو قول ہر قسم کی

افراط و تفریط سے محفوظ ہے اور جسے قرآن و حدیث کی تائید بھی حاصل ہے وہ یہی آخری قول ہے کہ جادو میں بجعل الٰہی واقعی تاثیر تو ہے مگر وہ صرف صحت و مرض اور حب و بغض وغیرہ عام معمولی و عادی حالات و واقعات تک محدود ہے اس سے کسی چیز کی ماہیت تبدیل نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی کسی کی زندگی کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے اور جادوگر ان فرعون کی (سانپ نما) رسیوں کے متعلق احادیث میں یہ وضاحت موجود ہے کہ انھوں نے ان کے اندر پارہ بھر رکھا تھا جب ان پر سورج کی گرمی پڑی تو پارہ حرکت میں آگیا اور رسیاں حرکت کرنے لگیں لوگوں نے خیال کیا کہ سانپ چل رہے ہیں اس کی تائید قرآنی الفاظ سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ خدائے حکیم فرماتا ہے: "سحروا اعین الناس"۔ "انھوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کیا تھا"۔ "یخیل الیھم من سحرھم انھا تسعیٰ"۔ لوگوں نے ان کے جادو کی وجہ سے خیال کیا کہ وہ رسیاں چل پھر رہی ہیں۔ یعنی یہ صرف ان کا فریب نظر تھا، ورنہ اس کے اندر کچھ حقیقت نہ تھی۔

اِحتجاج طبرسی میں ایک زندیق کا امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ ایک مکالمہ نقل کیا گیا ہے۔ زندیق نے اثنائے گفتگو میں کہا: کیا جادوگر اس بات پر قادر ہے کہ انسان کو کتے یا گدھے کی شکل میں تبدیل کر دے؟

امامؑ نے اس کے جواب میں فرمایا: وہ اس سے کہیں عاجز تر ہے کہ اللہ کی خلق کو متغیّر کر سکے۔ اگر وہ ایسا کر سکے تو پھر تو وہ خدا کا شریک بن جائے گا۔ پھر فرمایا: اگر جادوگر اس قدر طاقت کا مالک ہے تو اپنے بڑھاپے، اپنے سر کی سفیدی، اپنے مرض اور فقر و فاقہ کو دُور کیوں نہیں کر لیتا؟ پھر زندیق نے سحر کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا۔ امام نے فرمایا: جس طرح اطباء نے ہر مرض کے بالمقابل ایک دوا تجویز کی ہے، اسی طرح جادوگروں نے ہر صحت کے بالمقابل آفت اور ہر عافیت کے مقابلہ میں عاہت تجویز کی ہے اور جادو کی ایک قسم وہ ہے جو جادوگر شیاطین سے حاصل کرتے ہیں۔ زندیق نے سوال کیا: شیاطین کو جادو کس طرح معلوم ہوگیا؟

امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: جہاں سے اطباء کو طب معلوم ہوئی۔ الخ

مسائل و احکام

مسئلہ ①: اگر جادو سیکھنے سے مقصد یہ ہو کہ سحر و ساحری کا ابطال کیا جائے اور جھوٹے دعویداران نبوت کی قلعی کھولی جائے تو پھر جائز ہے۔ یعنی اس سے صرف جادو کا توڑ کیا جائے خود جادو نہ کرے۔

مسئلہ ②: گو جادو کا ابطال جادو سے جائز ہے۔ تاہم اگر اس سلسلہ میں صرف قرآن اور سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام سے منقول شدہ دعاؤں پر اکتفا کیا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔

مسئلہ ③: جادو کا زیادہ تر اثر کمزور دل و دماغ اور کمزور ایمان و اعتقاد والے لوگوں پر ہوتا ہے اور جن لوگوں کے دل و دماغ قوی، عقائد مستحکم ہوتے ہیں اور خدا پر کامل یقین و اعتماد رکھتے ہیں اور اپنے گھروں میں قرآن مجید و صحیفہ کاملہ رکھتے ہیں، ان پر جادو اثر انداز نہیں ہوتا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

⑬ کہانۃ

کچھ ایسے سفلی عملیات ہوتے ہیں جن کے کرنے سے جن و شیطان عامل کے تابع ہوجاتے ہیں اور اطراف واکناف عالم میں ہونے والے واقعات سے اسے گاہ بگاہ آگاہ کرتے رہتے ہیں اور وہ اپنے چیلوں چانٹوں کو ان کی خبر دے دیتا ہے اور سادہ لوح عوام کالانعام اسے ولی خدا سمجھنے لگتے ہیں۔ ارشاد قدرت ہے ''ان الشیاطین لیو حون الی اولیائیھم''۔ شیطان اپنے دوستوں کو وحی کرتے رہتے ہیں۔ دراصل یہ کہانۃ بھی سحر کا ایک شعبہ ہے۔ جیسا کہ اوپر سحر کی تعریف میں اس بات کی صراحت کردی گئی ہے۔ بہرنوع کہانۃ بالاتفاق حرام اور اس کے ذریعہ سے روزی کمانا ناجائز و حرام ہے۔ مروی ہے کہ: من تکھن اوتکھن لہ فقد بری من دین محمد''۔ جو شخص کہانت کرے یا جس کیلئے کہانت کی جائے دونوں حضرت رسول خداؐ کے دین سے بیزار ہوجاتے ہیں۔ (خصال)

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے فرمایا: من مشیٰ الی ساحر اوکاھن اوکذاب یصدقہ فیما یقول فقد کفر بما انزل اللہ من کتاب''۔ جو شخص کسی جادوگر یا کاہن اور کذاب کے پاس جائے اور جو کچھ وہ بیان کرے یہ اس کی تصدیق کرے تو گویا وہ تمام آسمانی کتابوں کا منکر ہے۔ (مستطرفات سرائر بن ادریس حلی)

⑭ شعبدہ بازی

بنابر مشہور عندالفقہاء حرام ہے۔ اگرچہ روایات سے اس کی حرمت کا اِستفادہ کرنا مُشکل ہے بہرحال احتیاط وجوبی اس میں ہے کہ اس کام اور اس کے ذریعہ روپیہ کمانے سے اِجتناب کیا جائے واللہ العالم۔

⑮ قیافہ شناسی

یہ ایک فن ہے جس کی وجہ سے قیافہ شناس جسم انسانی کی ساخت اور اس کے خطوط و نقوش کو دیکھ کر بتا دیتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا ہے اور فلاں شخص فلاں خاندان اور فلاں قبیلہ کا فرد ہے بناء بر مشہور یہ فن حرام ہے، اور اس کو ذریعہ معاش قرار دینا بھی حرام ہے۔ یہ درست ہے کہ شرعی نقطہ نگاہ سے اس فن پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، اور نہ ہی اس سے کسی آدمی کا نسب ثابت ہوسکتا ہے، اور نہ ہی قطع ہوسکتا ہے۔ کیونکہ نسب کے ثبوت کے شرعی طریقے اور ہیں۔ مگر اخبار و آثار سے اگر اس فن کا جواز ثابت نہیں ہوتا تو اس کی حرمت کا ثابت ہونا بھی مُشکل ہے۔ واللہ العالم۔

⑯ حفظ کتب ضلال

مشہُور بین الفقہاء یہ ہے کہ گمراہ کن کتابوں یا گمراہ اور گمراہ کن لوگوں کی کتابوں کی حفاظت کرنا ان کی خرید فروخت کرنا، ان کی نشر و اشاعت کرنا، ان کو یاد کرنا اور ان کا پڑھنا پڑھانا سب حرام ہے، تاکہ کوئی کم عقل و کم علم آدمی ان کو پڑھ کر گمراہ نہ ہوجائے۔ ہاں البتہ جو شخص بغرضِ نقض وابطال ان کی حفاظت کرے یا ان کو پڑھے تو اس کے لیے جائز ہے، اگرچہ ائمہ اطہارؑ کے اخبار و آثار اس مسئلہ میں خاموش ہیں، تاہم احوط یہی ہے کہ فتوائے مشہُور کے مطابق عمل درآمد کیا جائے۔ واللہ العالم

☆

باب التفسیر

عورتوں کے بارے میں حکم الٰہی

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

وَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ مُّحِیۡطًا ﴿۱۲۶﴾ وَ یَسۡتَفۡتُوۡنَکَ فِی النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰہُ یُفۡتِیۡکُمۡ فِیۡہِنَّ ۙ وَ مَا یُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ فِی الۡکِتٰبِ فِیۡ یَتٰمَی النِّسَآءِ الّٰتِیۡ لَا تُؤۡتُوۡنَہُنَّ مَا کُتِبَ لَہُنَّ وَ تَرۡغَبُوۡنَ اَنۡ تَنۡکِحُوۡہُنَّ وَ الۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الۡوِلۡدَانِ ۙ وَ اَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلۡیَتٰمٰی بِالۡقِسۡطِ ؕ وَ مَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِہٖ عَلِیۡمًا ﴿۱۲۷﴾

(سورۃ النساء: ۱۲۶ـ۱۲۷)

ترجمۃ الآیات

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، وہ اللہ ہی کا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ (۱۲۶)

اے رسول! لوگ عورتوں کے معاملہ میں آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں، کہہ دیجیے! کہ اللہ تمھیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اور متوجہ کرتا ہے ان آیات کی طرف جو کلام الٰہی کے اندر ہیں اور تمھیں ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں پڑھ کر سنائی جا رہی ہیں، جن کا تم مقررہ حق تو ادا نہیں کرتے مگر چاہتے ہو کہ ان سے نکاح کر لو۔ اور متوجہ کرتا ہے ان (آیات) کی طرف جو ان کمزور و بے بس لڑکوں کے بارے میں ہیں اور جو (آیات) اس بارے میں ہیں کہ یتیم بچوں کے بارے میں انصاف پر قائم رہو۔ اور تم جو بھلائی کرو گے تو اللہ اس کا خوب علم رکھتا ہے۔ (۱۲۷)

تفسیر الآیات

وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ الآیۃ

مطلب واضح ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کو اللہ کے سپرد نہ کرے اور خود سری اور خود مختاری سے باز نہ آئے تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ وہ خدا کا تو کچھ بھی نقصان و زیاں نہیں کر سکتا۔ وہ تو زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے سب کا مالک و مختار ہے اور ہر چیز پر محیط ہے۔ لہٰذا یہ سرکش اس کی گرفت سے بچ کر کہاں جائے گا؟ لانہ الا مفر منہ ولا مہرب۔

وَیَسۡتَفۡتُوۡنَکَ فِی النِّسَآءِ الآیۃ

اسلام سے پہلے اور اوائل اسلام میں بھی عام عرب عام عورتوں اور یتیم بچیوں اور بچوں کے ساتھ بہت ہی برا اور انسانیت سوز سلوک کیا کرتے تھے۔ نہ انھیں میراث میں سے کوئی حصہ دیتے اور حتی الامکان نہ ان سے شادی کرتے اور نہ ہی انھیں اپنے عقد و ازدواج کے بارے میں کچھ اختیار دیتے اور اگر ان کے حسن و جمال یا ان کے مال و منال کی وجہ سے ان سے نکاح کر بھی لیتے تو پھر ان کے حقوق کما حقہ ادا نہیں کرتے تھے

اور یونہی ان کے مال و جمال سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ اور اگر بدصورت ہوتیں تو پھر نہ خود ان سے نکاح کرتے اور نہ کسی دوسرے کو کرنے دیتے۔ اسلام نے اس معاملہ میں بڑی مُفید اور دوررس اصلاحات کی ہیں۔ جن کا فی الجُملہ تذکرہ اسی سورہ کے آغاز میں ہو چکا ہے۔

جیسے ”و آتوا الیتامی اموالھم“ ”یتیموں کو ان کا مال دو“ اور ان کا مال اپنے مال سے ملا کر نہ کھاؤ اور اپنے ردی مال کو ان کے عمدہ مال سے نہ بدلو۔ ”و ان خفتم الا تقسطوا“۔ اور اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ یتیم بچیوں کے معاملہ میں انصاف نہیں کر سکو گے تو پھر ان سے نکاح نہ کرو۔ ”واتوا النساء صدقاتھن نحلۃ“ اور اپنی عورتوں کے حق مہر خوشی خوشی ادا کرو۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور بعض اصلاحات کا تذکرہ یہاں کیا جا رہا ہے۔

گویا یہ آیات ان سابقہ آیتوں کا تتمہ تھیں۔ انہی حقوق و اصلاحات کے بارے میں لوگ مختلف سوالات کرتے تھے۔ مگر یہاں سوال کی تصریح نہیں کی گئی کہ لوگوں نے کیا سوال کیا؟ ہاں البتہ جواب سے فی الجُملہ سوال کی نوعیت کا پتا چل سکتا ہے۔ بہر حال نئے سوال و جواب سے پہلے ایک بار پھر پروردگار عالم مُسلمانوں کو ان احکام خداوندی کی پابندی کرنے کی تاکید کر رہا ہے۔ جو اس نے یتیم لڑکیوں اور لڑکوں کے بارے میں اس سورہ کی ابتداء میں بیان کیے ہیں۔ اور ان حقوق کی ادائیگی میں سہل انگیزی سے کام نہ لینے کا حکم دے رہا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ خالق کون و مکان کی نگاہ اقدس میں یتیموں کے حقوق کا مسئلہ کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔ اور ان کے حقوق پامال کرنے کے نتائج کس قدر سنگین ہو سکتے ہیں؟

خلاصہ کلام یہ کہ خدائے علیم و حکیم ان حقوق کے پامال کرنے والوں کی زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ تم جوان لڑکیوں کا وہ حق مہر جو مقرر کیا گیا ہے وہ تو دیتے نہیں ہو، اور چاہتے یہ ہو کہ ان سے نکاح کر لو۔ اور زر مہر اور نان و نفقہ ادا کیے بغیر ان کے مال و جمال سے فائدہ اٹھاؤ۔

خبردار کمزور اور بے بس بچوں کے بارے میں عدل و انصاف پر قائم رہو، اور یاد رکھو کہ تم جو بھی بھلائی کرتے ہو، اللہ اس سے خوب واقف ہے۔ لہٰذا وہ ضرور تمھیں اس کا پورا پورا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

مخفی نہ رہے کہ آیت نمبر ۱۲۷ میں جو ترغبون ان تنکحوھن آیا ہے اس کے معنی مُفسّرین نے فی الجُملہ اختلاف کیا ہے کہ آیا اس کے معنی یہ ہیں کہ تم چاہتے ہو کہ ان سے نکاح کرو، یا اس کے معنی یہ ہیں کہ تم ان سے نکاح نہیں کرنا چاہتے؟ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ”رغب“ عربی میں اضداد میں سے ہے۔ اگر اس کا صلہ ”فی“ کے ساتھ ہو جیسے ”رغب فیہ“ تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز سے روگردانی کرنا، یہاں نہ فی ہے اور نہ عن۔ اس لیے اختلاف رونما ہوا ہے۔ والاول اوفق۔ اسی لیے ہم نے اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

واللہ الموفق

☆

باب الحدیث

برادرانِ ایمانی کے حقوق کا بیان

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

گزشتہ شمارہ میں اس موضوع پر مختصر مقالہ سپرد قلم و قرطاس کیا تھا، اب بھی دل چاہتا ہے کہ اس موضوع پر مزید خامہ فرسائی کی جائے۔

① جناب مُعلّیٰ بن خنیس ایک روایت کے ضمن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: سب سے زیادہ اہم فریضہ جو خُدا نے اپنے بندوں پر لازم کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ مومن سے انصاف کرے۔ یعنی جو کچھ اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی کچھ اپنے مومن بھائی کے لیے بھی پسند کرے۔ اور مال کے سلسلہ میں اپنے مومن بھائی کو اپنے اوپر ترجیح دے۔ اور ہر حال میں ذکر خدا کرے۔ (پھر فرمایا:) اس ذکر سے سبحان اللہ والحمد للہ کا پڑھنا مراد نہیں ہے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ جب کبھی فعل حرام کا ارتکاب کرنے لگے تو خدا کو یاد کر کے اسے ترک کر دے۔ (اصول کافی)

② ابن عقبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: ایک مُسلمان کا دوسرے مُسلمان پر ایک حق یہ ہے کہ ① جب اس سے ملاقات کرے تو سلام کرے۔ ② دوسرا حق یہ ہے کہ جب وہ بیمار ہو تو اس کی مزاج پرسی کرے، ③ تیسرا حق یہ ہے کہ وہ حاضر نہ ہو تو اس کا ذکر خیر کرے، ④ چوتھا حق یہ ہے کہ جب اسے چھینک آئے تو اسے یرحمك الله کہے۔ اور ⑤ پانچواں حق یہ ہے کہ جب وہ اسے دعوت دے تو قبول کرے اور ⑥ چھٹا حق یہ ہے کہ جب اس کا انتقال ہو جائے تو اس کے جنازہ کی تشییع کرے۔ (اصول کافی)

③ محمد بن عجلان بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ سلام و جواب کے بعد امامؑ نے اس سے پوچھا: تیرے علاقہ کے اہلِ ایمان کا کیا حال ہے؟ اس نے ان کی بڑی تعریف و توصیف بیان کی۔ امام نے دریافت کیا:

☆ کیا مالدار لوگ غریب و نادار لوگوں کی مزاج پرسی کرتے ہیں؟ عرض کیا: بہت قلیل۔

☆ پھر فرمایا کیا مالدار لوگ غریب و نادار لوگوں سے میل ملاقات کرتے ہیں؟ عرض کیا بہت قلیل۔

☆ پھر فرمایا کیا مالدار لوگ غریب و نادار لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں؟ اس شخص نے عرض کیا

باقی صفحہ ۳۷ پر

استاذ معظم مولانا محمد حسین نجفی دامت عزکم فی الدارین

سلام جمیل بعد از ابلاغ تسلیمات و تحیات عرض ہے کہ:

سوال نمبر ۱: ایک حدیث قرآن مجید میں ہے۔ جس کے بارے میں آنجناب سے پوچھنے کا طالب ہوں۔ وہ یہ کہ جس نے رات کے وقت سورہ عمران پڑھا تو رب کو خواب میں دیکھے گا۔ اگرچہ مذہبی دلائل کے تحت دیکھنا ناممکن ہے۔ اس حدیث کے بارے میں وہابی اور غالی اور پارٹی بازی کے چکّر سے بالاتر ہوکر حقیقت اور حق طلب ہے۔

حوالہ چودہ ستارے۔ سید نجم الحسن کراروی ص ۲۷۲

حدیث امام زین العابدین علیہ السلام کے تحت

جب آپ مدینہ وارد ہوئے تو حضرت علی نے امام حسین کے حوالے کر کے فرمایا: یہ وہ عصمت پرور بی بی ہے کہ جس کے بدن سے تمہارے بعد افضل اوصیاء و افضل کائنات ہونے والا بچہ پیدا ہوگا۔ چنانچہ حضرت زین العابدین علیہ السلام متولد ہوئے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ وہ اپنی ماں کے آغوش میں پرورش پانے کا لطف اٹھا نہ سکے۔ ''ماتت فی نفاسہ...... '' آپ کے پیدا ہوتے ہی ''مدت نفاس'' میں جناب شہربانو کی وفات ہوگی۔ قمقام جلاء العیون، عیون الرضا، دمعۃ الساکبہ۔

اذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک و طھرک و اصطفاک علی نساء العالمین۔ سورہ عمران آیت ۴۲، اس آیت کی تفسیر میں رئیس المحدّثین محمد باقر مجلسی قدس سرہ فرماتے ہیں حیات القلوب ترجمہ اردو کافی۔ آپ کو کفر اور اخلاق اور عادت ناپسندیدہ سے ملوث ہونے اور کثافت خون حیض ونفاس و استحاضہ سے۔

حجّت خدا کی والدہ کو پاک مخدرہ معظّمہ کو طاہرہ کہا گیا ہے۔ المختصر .... من صلبہ فی الاصلاب الطاھرہ والی الارحام اطیبہ۔ بحار الانوار جلد ۳۵ صفحہ ۲۰ سطر ۱۰ او ۱۱)

زیارت وارثہ میں بھی ہے۔ آپ کو حوالہ جات دے کر جسارت کر رہا ہوں۔ القصّہ مختصر۔ نفاس لفظ مجلسی علیہ الرحمہ، اقرار بھی، انکار بھی۔ اخیر یہ کیا چکّر ہے۔ آنجناب کے علمی چشمہ سے تفصیلا سیراب ہونے کا دلدادہ ہوں۔ عرصہ بعد نیم دیدار کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔

والسلام خاکپائے علمائے دین

احقر السید افتخار حسین

جامع مسجد علی پور سیداں سرگودھا

جواب، باسمہ سبحانہ: جہاں تک پہلی روایت کا تعلّق ہے وہ ناقابلِ توجہ ہے۔ خداوند عالم نہ عالم بیداری میں نظر آتا ہے اور نہ عالم خواب میں۔

اور جہاں تک دوسرے مسئلہ کا تعلق ہے امہات الائمہ ان نسوانی عوارض سے پاک ہوتی ہیں جو عام عورتوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور جس روایت میں لفظ نفاس وارد ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایام نفاس جو کہ دس دن ہوتے ہیں، انہی دنوں میں وفات پا گئیں اور یہ مطلب واضح ہے۔ واللہ العالم

مراسلہ عاصم خان مجتبائی واہ کینٹ

☆ سماحۃ المرجع الدینی حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ محمد حسین نجفی دام ظلہ العالی۔ السلام علیکم!

زندگی کے ابتدائی ایام سے لے کر تا حال جناب والا سے رابطہ اور خط و کتابت کرتے وقت یہی فکر ہمیشہ دامن گیر رہی ہے کہ آپ کی گوناگوں مصروفیات میں اضافہ کا سبب بن کر باعث عسر و حرج نہ بنوں۔ حضور کی زیارت سالانہ جلسے میں شرکت کے موقع پر بھی کی، آپ کی صحت کا خیال اور لوگوں کے ہجوم کو مدنظر رکھ کر بھی سوالات نہ کر سکا کہ مجھے دیکھا دیکھی باقی لوگ بھی سوالات کی بوچھاڑ نہ کر دیں۔ لیکن حضور کا مقام اس کا اہل ہے کہ جو سوالات آپ سے کیے جا سکتے ہیں کسی اور سے نہیں اور یوں جناب مستطاب سے چند سوال کرنا ناگزیر ہو چکا ہے۔ جناب کے جوابات کا شدت سے منتظر ہوں۔ بہت بہتر ہے کہ دقائق اسلام میں بھی شائع کیے جائیں تاکہ قوم بھی جان سکے، اور ہر خاص و عام کے لیے سند بھی رہے۔

آخر میں دعا ہے کہ خداوند متعال آپ کو صحت و سلامتی عطا فرمائے اور خدمت دین کے مقدس کام کا آپ کو مزید موقع مرحمت فرمائے اور ہمیں سیکھنے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام عاصم خان مجتبائی واہ کینٹ

سوال نمبر ۱: کیا شیعہ موحد صوم و صلوٰۃ کی پابند با پردہ لڑکی کی شادی کسی سنی العقیدہ ایسے لڑکے سے ہو سکتی ہے جو ظاہراً ائمہ معصومینؑ سے محبت کا بھی اظہار کرتا ہو۔

عزیز مکرم مجتبائی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ امید ہے کہ آپ ہر طرح خیر و عافیت سے ہوں گے۔ یہاں بھی بفضلہ تعالیٰ ہر طرح خیریت ہے۔ والحمد للہ۔ مکتوب منیف باصرہ نواز ہوا کر کاشف احوال ہوا۔ آپ کے سوالات کے ذیل میں مختصر جوابات حاضر ہیں۔

جواب، باسمہ سبحانہ: عقد نکاح میں کفائت شرط ہے۔ اور عمومی معاملات میں کفو سے مراد اسلام کیا جاتا ہے کہ مسلمان مسلمان کا کفو ہے۔ مگر عقد نکاح اور وہ بھی مومنہ لڑکی کے بارے میں جو دوسرے عقائد حقہ کے علاوہ ولایت اہل کی قائل ہو، بنابر احتیاط لازم ایمان شرط ہے۔ یعنی مومنہ لڑکی صرف مومن لڑکے کے عقد نکاح میں دی جائے۔ جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ العارفۃ لاتوضع الاعند عارف (وسائل الشیعہ) کہ مومنہ لڑکی صرف مومن لڑکے کے عقد میں دی جائے۔ کیونکہ اس کی خلاف ورزی سے عورت کے لیے مختلف مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے نماز پڑھنے کی کیفیت، سحری و افطاری کے اوقات کا اختلاف، اور مزید برآں عزاداری سید الشہداءؑ منانے میں دشواری پیدا ہوتی ہے۔ مزید تفصیل قوانین الشریعہ جلد ۲ میں ملاحظہ کی جائے۔

سوال نمبر ۲: بیوہ یا مطلقہ عورت جو اپنی بیٹی کی اکیلی

کفیلہ و پرورش کنندہ ہو تو کیا ایسی ماں جو باپ کے قائم مقام ہے بیٹی کی شادی، عقد جبکہ بیٹی نابالغہ ہو کر سکتی ہے؟

جواب، باسمہ سبحانہ: ماں جیسی بھی ہو وہ ولایت کے سلسلہ میں والد کی قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ یعنی اگر نابالغہ بیٹی کا کسی لڑکے سے نکاح کر دے تو نکاح تو صحیح ہوگا، مگر لازم نہیں ہوگا۔ بلکہ عقد فضولی ہوگا۔ یعنی لڑکی کو بلوغت کے بعد اختیار ہوگا کہ اس نکاح کو بحال رکھے یا فسخ کر دے۔ مگر ولی شرعی (جو کہ باپ یا دادا ہوتا ہے) کا پڑھا ہوا نکاح پختہ ہوتا ہے۔ لڑکی اسے بلوغت کے بعد فسخ نہیں کر سکتی۔

سوال نمبر ۳: دعائیہ جملے یا اللہ محمد و آل محمد کے صدقے شفا عطا فرما۔ اسی طرح یا اللہ بحق محمد و آل محمد مجھے رزق میں وسعت عطا فرما۔ اسی طرح بجاہ النبی و آلہ مجھے اولاد عطا فرما...... کی صحیح توضیح و تشریح فرمائیں کہ ان سے حقیقی طور پر کیا مفہوم مراد ہوتا ہے۔ نیز کچھ لوگ اس ضمن میں تنقید کرتے ہیں کہ اللہ پر کسی کا کوئی حق نہیں اور اگر کسی کا حق ہو تو اس میں سے خود مانگنا بے وقوفی ہے۔ مثلاً وہ مثال دیتے ہیں کہ کسی کا اکاؤنٹ ہے اور بینک اور منیجر کو میں کہوں کہ اس کے اکاؤنٹ سے مجھے پیسے دے دو۔ یہ پرلے درجے کی بیوقوفی ہے۔ برائے کرم تبصرہ فرمائیں۔

جواب، باسمہ سبحانہ: خداوند عالم نے ازراہِ لطف و کرم اہلِ ایمان کو اپنی بارگاہِ مقدس میں وسیلہ پیش کرنے کا حکم دیا ہے کہ: یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ و ابتغوا الیہ الوسیلۃ (القرآن) بنابریں مرکز کائنات اور کائنات کا منتظم اعلیٰ خداوند عالم ہے۔ اور تمام امور تکوینیہ از قسم خلق و رزق اور موت و حیات و شفا وغیرہ کی انجام دہی اسی سے وابستہ ہے۔ اس لیے اگر بندوں کے گناہوں کی وجہ سے کبھی خالق اکبر ناراض ہو جائے، یا حاجت برآری میں دیر و درنگ ہو جائے تو اس نے اپنی بارگاہ میں ازراہِ لطف و کرم وسیلہ پیش کرنے کا حکم دیا ہے۔ یعنی یوں کہا جائے کہ: یا اللہ! ہم جیسے بھی گنہگار و خطا کار ہیں، نام لیوے تو سرکار محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کے ہیں۔ ان کی شان و شوکت اور ان کے حقوق کا واسطہ ہمارے حالِ زار پر رحم و کرم فرما۔ ہمیں یہ عطا فرما اور وہ عطا فرما۔ اب جہاں تک اان ذواتِ مقدسہ کی عظمت و جلالت کا تعلق ہے وہ تو لاکلام حاصل ہے۔ اور جہاں تک ان کے حقوق کا تعلق ہے تو وہ ناقابلِ انکار ہیں۔ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق نہیں ہے، یہ ایسا کہنے والوں کی قرآن و سنت سے جہالت اور لاعلمی کی دلیل ہے، ورنہ قرآن و سنت بندوں کے ان حقوق سے چھلک رہے ہیں، جو ان کو اللہ تعالیٰ پر حاصل ہیں۔ مثلاً ارشادِ قدرت ہے:

① و ما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا (القرآن)

زمین پر چلنے پھرنے والے ہر جاندار کی روزی اللہ کے ذمہ ہے۔ نیز فرمایا:

② و حقا علینا نصر المومنین (القرآن)

اہلِ ایمان کی نصرت کرنا ہمارے ذمہ ہے۔

☆ اسی طرح ارشادِ قدرت ہے:

③ حقا علینا ننجی المومنین (القرآن)

اہلِ ایمان کو نجات دینا ہمارے ذمہ لازم ہے۔

④ کتب علیٰ نفسه الرحمة (القرآن)

اللہ تعالیٰ نے رحمت کرنا اپنے اوپر لازم قرار دیا ہے۔

نیز فرماتا ہے:

⑤ ان رحمة الله قریب من المحسنین (القرآن)

اللہ تعالیٰ کی رحمت محسنین کے قریب ہے۔

جب ان ارشاداتِ خُداوندی کے مطابق تمام بندوں بلکہ تمام مخلوقات کے حقوق اللہ تعالیٰ پر لازم ہیں، تو سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ ترین مخلوق ہیں اور مقرب بارگاہِ خُدا ہیں تو ان کے حقوق کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ اور یہ سب کچھ خُدا نے ازراہِ لطف و کرم کیا ہے، کسی اور ہستی ...... اس پر یہ حقوق واجب قرار نہیں دیے۔

سوال نمبر ۴: بعض اہلِ علم مخصوص مسائل شریعت جن کا تعلّق ازدواجی زندگی سے ہوتا ہے مثلاً جنابت وغیرہ کے مسائل کھول کھول کر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ شرکاء درس بالغ، نابالغ، عورت، مرد وغیرہ سے مخلوط ہوتے ہیں جن سے ماحولیاتی تقدس پامال ہوتا ہے۔ ائمہ معصومینؑ اور علمائے ابرار کا اس سلسلہ میں طریقہ تربیت کیا تھا اور کیا ہے۔ وضاحت فرمائیں کہ کیسا ہونا چاہیے۔

جواب، باسمہ سبحانہ: جن مسائل کا تعلّق ازدواجی زندگی سے ہوتا ہے جیسے غسل جنابت وغیرہ تو ایسے مسائل کو ایسے مجمع میں جو بالغوں اور نابالغوں اور عورتوں و مردوں اور بچوں پر مشتمل ہو مجمل انداز میں بیان کرنا چاہیے۔

سوال نمبر ۵: ایسی روایات جن میں اس طرح کے مضامین مذکور ہیں مثلاً جب موسیٰؑ کا عصا اژدہا بنا تو انھوں نے خوف محسوس کیا اور اللہ سے محمد و آل محمد کے صدقے کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے دعا کی وغیرہ (بحار الانوار) جو حضرات اس اور اس جیسی روایات پر تنقید کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ قرآن نے اس واقعے کو نقل کیا ہے اس میں اس طرح سے ہے کہ جب موسیٰؑ نے خوف محسوس کیا تو اللہ نے کہا ہم اسے واپس اس کی حالت پے پلٹا دیں گے، اور موسیٰؑ کی مذکورہ بالا دعا اس مقام پر بیان نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ایسا کوئی واسطہ انھوں نے نہیں دیا تھا۔ برائے کرم تبصرہ فرمائیں۔

جواب، باسمہ سبحانہ: قرآن مجید میں مذکور واقعات کی تفصیلات مذکور نہیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا اگر کسی قصہ کی تفصیل مستند احادیث میں بیان کردی جائیں تو بعید از عقل نہیں ہے۔ کیونکہ ہم حسبنا کتاب اللہ کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ انی تارك فیکم الثقلین لخ...... کے قائل ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ جب جناب آدمؑ سے ترک اولیٰ صادر ہوا تو فتلقی آدم من ربه کلمات فتاب علیه تو جناب آدمؑ نے اپنے پرودگار سے چند کلمات حاصل کیے جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ برادرانِ اسلامی کے مُفسّر علامہ سیوطی نے اپنی تفسیر در منثور میں اور ہمارے مُفسّر سید ہاشم بحرینی نے اپنی تفسیر البرہان میں بیان کیا ہے کہ انھوں نے بارگاہِ خُداوندی میں پنجتن پاک کا واسطہ دیا تھا۔ کیونکہ یہ حضرات وسیلة الوسائل ہیں۔

سوال نمبر ۶: بعض اہلِ علم جن کا تعلّق شیعیت سے ہے ان سے سنا گیا ہے کہ جب امام زمانہؑ ظہور فرمائیں

باقی صفحہ ۳۷ پر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان اللہ لا یغفر ان یشرك به و یغفر ما دون ذلك لمن یشاء

یقیناً اللہ معاف نہیں فرمائے گا کہ اس کے ساتھ (کسی شے کو بھی) شریک کیا جائے لیکن اس کے علاوہ وہ جو اور جس کے لیے چاہے گا معاف فرمادے گا۔ (نساء: ۴۸)

آج کل کچھ لوگ نص کے اسلامی تصور کے بارے لوگوں کو مغالطے میں ڈال کر نادانستہ یا دانستہ طور پر اپنے عمل وعقیدہ کو مشکوک بنا رہے ہیں اور مسلمانوں میں کی غالب اکثریت کے شرک جیسی لعنت میں مبتلا ہونے کے باوجود وہ ثانوی حیثیت کی اختلافی باتوں کو موضوع بحث بنا کر مزید اختلاف اور انتشار کا باعث بنا رہے ہیں اور بزعم خود وہ دین کے "اکلوتے" خادم و مصلح بنے ہوئے ہیں۔ یاللعجب۔ ان کے اس موقف پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ امامت کا عقیدہ منصوص ہے تو پھر اس کا منکر کافر کیوں نہیں؟ اور جب اس کا منکر کافر نہیں ہے تو پھر یہ عقیدہ ہی منصوص نہیں ہے۔ اس لیے ہم اس کے قائل نہیں ہیں...... حالانکہ وہ دسیوں ایسی چیزوں کے قائل ہیں کہ جو صرف تشیّع میں ہیں اور دوسرے بھائی اس کا اقرار نہیں کرتے۔ مثلاً:

① وہ میقات سے پہلے احرام نہیں باندھتے۔ جبکہ اہلِ سنت ایسا کرتے ہیں۔ اور ہم ان کے حج کو غلط نہیں کہتے اور یوں ہم اس حکم کا انکار کرنے والے کے عمل کو غلط نہ کہہ کر کیا اپنے اس حکم کی منصوصیّت سے دستبردار ہوجاتے ہیں؟

② ہم عمرۂ مفردہ اور حج میں طواف نساء کو ضروری جانتے ہیں، حالانکہ برادرانِ سنت یہ طواف نہیں کرتے۔ ان کے ہاں جو طواف وداع ہے اسے طواف نساء کی طرح اس لیے قرار نہیں دیا جاسکتا کہ وہ ہر عمرے کے ساتھ ایسا نہیں کرتے بلکہ مکہ مکرمہ کو چھوڑنے سے پہلے طواف وداع کرنا ضروری سمجھتے ہیں اگرچہ وہ اس قیام کے دوران سو عمرے کریں، تو ہم ان کے حج وعمرے کو درست گردانتے ہیں اور اگر کسی سنی کی بیوی شیعہ ہو تو وہ اس سنی کے طواف نساء نہ کرنے کی وجہ سے اس سنی پر حرام نہیں ہوتی اور ہم اس کے ترک کرنے والے کے حج وعمرہ کو صحیح کہتے ہیں تو اس لیے کیا ہم طواف نساء کے غیر منصوص ہونے کے قائل ہوتے ہوئے اسے ترک کر دیا کریں؟

③ ہم وضو میں پاؤں کا مسح کرتے ہیں، کیا یہ منصوص ہے یا اہلِ سنت کا پاؤں دھونا اور اگر ایک منصوص ہے تو کیا دوسرا کافر قرار پائے گا؟ اور دونوں اس بنا

پر کافر نہ ہوں گے تو کیا دونوں اپنی اپنی جگہ مسح یا دھونے کی منصوصیت کے مُنکر ہوجائیں ؟

④ ہم نمازوں کو نص کی بنا پر جمع کرتے ہیں، اور اہلِ سنت (حنفی) اسے نص نہیں جانتے تو کیا وہ اس بنا پر ہمیں کافر کہتے ہیں؟

⑤ ہم جنازے میں پانچ تکبیروں کو منصوص جانتے ہیں، وہ ایسا نہیں سمجھتے۔

⑥ ہم بغیر وضو کے نماز جنازہ پڑھ لیتے ہیں وہ ایسا نہیں کرتے تو یہاں کون کسے نص کا مُنکر کہے گا؟

⑦ وہ حالت حدث اصغر اور حتیٰ حدث اکبر میں واجب طواف سے برأتِ ذمہ کے قائل ہیں، اگرچہ فی نفسہ اسے گناہ بھی سمجھتے ہیں، وہ اپنے خیال میں اس پر صاحب نص ہیں، جبکہ ہم اپنے خیال میں نص کی وجہ ہی سے اسے درست نہیں جانتے۔

⑧ وہ طلاق ثلاثہ کے یک بارگی وقوع کے قائل بزعم خود نص کی بنا پر ہیں جبکہ ہم اس معاملے میں طلاق مُغلّظ کے عدم وقوع کے نص ہی کی بنا پر قائل ہیں۔

⑨ وہ نماز تراویح کی جماعت کو سنت سمجھتے ہیں اور ہم بدعت، یہ بھی نص کا اختلاف ہے۔

⑩ وہ وقوفِ مزدلفہ کے بغیر حج کو درست سمجھتے ہیں اور صرف وقوفِ عرفہ کے حج کا رکن ہونے کے قائل ہیں جبکہ ہمارے ہاں یہ دونوں وقوف بنا بر نص حج کا رکن ہیں۔

تو یہ دس مثالیں ہیں جو ایک چھوٹا سا نمونہ ہیں، جو اس بات کا کافی ثبوت ہیں کہ نص میں اختلاف ہوسکتا ہے لیکن ہر کوئی اپنی نص پر قائم رہ کر عمل کرے تو ان شاء اللہ اسے برأت ذمہ کم از کم حاصل ہوجاتی ہے۔

اب کچھ اعمال وعقائد ایسے ہین کہ جن پر سب کے ہاں نص ثابت ہے۔ مثلاً: ① دن میں پانچ نمازیں ② حج وعمرہ میں طواف ③ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا من جانب اللہ ہونا ④ قرآن حکیم کا اللہ کی کتاب ہونا ⑤ کعبہ شریف کا قبلہ ہونا ⑥ قیامت کا آنا ⑦ توحید باری تعالیٰ ⑧ مغرب کی تین رکعتیں ⑨ حج میں سعی کرنا، اور ⑩ شراب کا حرام ہونا۔

تو ان چیزوں کو چونکہ سارے مُسلمان منصوص جانتے ہیں، اس لیے ان کا مُنکر کافر ہے۔ تو پتا چلا کہ وہ چیز جس کے منصوص ہونے کے سارے مُسلمان قائل ہوں اس کے منصوص ہونے کا انکار کفر ہے۔ لیکن جس کے تمام مُسلمان قائل نہ ہوں، اس کے منصوص ہونے کا انکار کفر نہیں ہے۔ مثلاً اگر اہلِ سنت پیروں کا مسح کے منصوص ہونے کے قائل نہیں تو ہم انھیں کافر نہیں کہہ سکتے اس لیے کہ یہ مسئلہ سارے مُسلمانوں کے لیے منصوص نہیں ہے۔ لیکن ہم خود چونکہ اسی کو منصوص جانتے ہیں، اس لیے ہم اسے منصوص نہیں جانتے۔ اس کے غیر منصوص ہونے کا قائل ہوتے ہوئے پیر دھونا نہیں شروع کردیں گے۔ اور یہ بات بھی یاد رہے کہ وہ اگرچہ پیر دھونے کو منصوص جانتے ہیں لیکن ہم اس نص کا انکار کرتے ہیں تو وہ بھی اس بنا پر ہمیں کافر نہیں کہتے۔ لیکن اس کافر نہ کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ دھونے کی نص سے دست بردار ہوجائیں۔

اب اگر کچھ لوگ امامت پر نص کا اس لیے انکار کررہے ہیں کہ چونکہ ہم اس کے مُنکر کو کافر نہیں جانتے اس لیے یہ نص ہے ہی نہیں تو انھیں ایسی ہر نص کا انکار

باقی صفحہ ۳۷ پر

باب المتفرقات

جامع الشرائط فقیہ کی مخالفت کرنا

حجۃ الاسلام علامہ محمد حسینی بہارانچی

جامع الشرائط فقیہ اگر صحیح اجتہاد کے تحت فروع دین کے متعلّق کوئی فتویٰ دے تو مُقلّدین پر لازم ہے کہ وہ اس پر عمل کریں لیکن دوسرے فقہاء پر اگر وہ سمجھتے ہوں کہ جامع الشرائط فقیہ کا فتویٰ ان کی نظر میں درست نہیں ہے تو ان پر اس کی پیروی کرنا لازم نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔ لیکن جب جامع الشرائط فقیہ اسلام کی حفاظت اور مُسلمانوں کو خطرات سے بچانے کے لیے مصلحت کے پیشِ نظر ''حکم'' دے، مثلاً حلال کو حرام قرار دے تو اس کی پیروی کرنا تمام لوگوں پر حتیٰ کہ دوسرے فقہاء پر بھی لازم ہے۔

جو مذہبی رہنما حاکم مجاز کا رتبہ رکھتے ہیں ان کے بھی کچھ اختیارات ہیں جن کی اسلامی شریعت میں بڑی احتیاط سے تشریح کردی گئی ہے۔ ان اختیارات کو استعمال میں لاتے ہوئے وہ جب بھی ضروری سمجھیں معروضی حالات سے عہدہ برآ ہوسکتے ہیں۔ مثلاً برطانوی استعمار نے جس طرح ایسٹ انڈیا کمپنی کے بھیس میں ہندوستان پر قبضہ کرلیا تھا اسی طرح جب ۱۸۹۱ء میں برطانوی حکومت نے توسیع پسندانہ عزائم کے ساتھ تمباکو کی تجارت کے بہانے ایران میں داخل ہونا چاہا تو اس وقت کے فقیہ حضرت آیت اللہ مرزا سید محمد حسن شیرازی نے برطانوی کمپنی کی اقتصادی ناکہ بندی کے بارے مین فتویٰ دیا تھا۔ اسلامی فقہ کی اصطلاح میں اس قسم کے فتوے کو حکم الفقیہ کہا جاتا ہے۔ انھوں نے فتویٰ دیا تھا کہ تمباکو استعمال کرنا حرام ہے اور یہ امام زمانہ علیہ السلام سے جنگ کرنے کے مترادف ہے۔ ایک حاکم شرع کی جرأت، دوراندیشی اور تمباکو استعمال کرنے کی ''عارضی حرمت'' نے ایران کو برطانیہ کے قبضے میں جانے سے بچالیا تھا۔ (رضوانی)

مگر یہ کہ کسی فقیہ کو یقین ہوجائے کہ جامع الشرائط فقیہ کو موضوع کے متعلّق غلط فہمی ہوئی ہے تو اس صورت میں اس فقیہ پر لازم نہیں کہ وہ اس حکم کی پیروی کرے۔

ہمارے موقف کا اثبات حسب ذیل روایات سے ہوتا ہے۔

عمر بن حنظلہ سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر آپ کے دو شیعوں میں قرض یا میراث (وغیرہ) کے بارے میں اختلاف ہوجائے (اور انھیں آپ تک رسائی حاصل نہ ہو) تو انھیں کیا کرنا چاہیے؟ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: انھیں چاہیے کہ ہمارے شیعہ علماء میں سے اس عالم سے رجوع کریں جو ہماری احادیث بیان کرتا ہو،

حلال اور حرام سے واقف ہو اور ہمارے احکام جانتا ہو۔ میں نے اس عالم کو تم پر حکم بنایا ہے۔

''فالیرضوا بہ حکما فانی قد جعلتہ علیکم حاکما''

یعنی اس کے حکم ہونے پر شیعوں کو راضی رہنا چاہیے۔ میں نے اس کو تم پر حاکم مقرر کیا ہے۔ اور جب وہ عالم ہمارے حکم کے مطابق فیصلہ کرے اور کوئی فریق اسے نہ مانے تو اس نے خدا کے حکم کی توہین کی ہے اور ہمارے فرمان کو ٹھکرا دیا ہے اور ہمارے فرمان کو ٹھکرانے والا خدا کے فرمان کو ٹھکرانے والا ہے اور خدا کے فرمان کو ٹھکرانے والا شرک کی حد میں داخل ہوتا ہے۔

(وسائل الشیعہ ج۱۸ ص۹۹)

ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی اپنی کتاب تجلّی (مطبوعہ مجمع علمی اسلام) میں لکھتے ہیں: چار آدمی آیت اللہ سید محمد باقر الصدر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان چاروں کے لہجے سے معلوم ہوتا تھا کہ عراقی ہیں۔ ان میں سے ایک کو اس کے دادا کی وراثت میں ایک مکان ملا تھا، جسے اس نے فروخت کر دیا تھا۔ مکان کو فروخت کرنے کے ایک سال بعد دو بھائی آئے اور انھوں نے ثابت کیا کہ وہ میت کے حقیقی وارث ہیں۔ تینوں وارث اور خریدار، چاروں آدمی سید کے روبرو بیٹھے اور ہر ایک نے اپنی دستاویزات پیش کیں۔ سید نے ان تمام دستاویزات کا مطالعہ کیا۔ چند منٹ ان سے بات کی۔ اس کے بعد منصفانہ کارروائی کرتے ہوئے حکم فرمایا: ''خریدار کو گھر میں حق تصرف حاصل ہے اور اب مکان اسی کا ہے''۔ اور فروخت کرنے والے سے کہا: ''گھر کی فروخت سے جو قیمت حاصل ہوئی ہے اس میں سے دونوں بھائیوں کا حق ادا کر دے''۔ یہ چاروں افراد اٹھ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے سید کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور باہم معانقہ کر کے چلے گئے۔ یہ ماجرا دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔ اور میں نے ابو شبر سے بے یقینی کے ساتھ پوچھا: کیا قضیہ ختم ہو گیا۔ اس نے کہا: جی ہاں! سب لوگوں کو ان کا حق مل گیا اور وہ چلے گئے۔

سبحان اللہ! اس آسانی کے ساتھ، ایسی سادگی سے اور اس مختصر سے وقت میں ...... محض چند منٹ کے اندر ...... کافی ہے کہ ایک تنازع کا فیصلہ ہو جائے؟ اگر یہ قضیہ ہمارے مُلک میں ہوتا تو کم سے کم دس سال لگ جاتے۔ اسی پر بس نہیں۔ اس واقعے کے متعلقہ افراد میں سے بعض کے مرجانے پر، ان کی اولاد اس قضیے کو طول دیتی۔ اس بات کو بھی چھوڑیے، کورٹ، کچہری، اور وکیلوں کی فیس اس قدر زیادہ ہے کہ شاید گھر بیچنے کی نوبت بھی آجائے اور رشوتوں کا بوجھ اس کے سوا ہوتا مگر نتیجہ کیا نکلتا، وہی ڈھاک کے تین پات۔ (رضوانی)

ابو خدیجہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے اپنے کچھ شیعوں کے پاس بھیجا اور مجھ سے فرمایا کہ تم ان تک میرا یہ پیغام پہنچاؤ کہ جب بھی تمھارے درمیان کوئی تنازع ہو جائے یا لین دین کا کوئی اختلاف ہو جائے تو تم فاسق حکام کے پاس مت جاؤ۔ تم اپنے میں سے ایسے شخص کو اپنا حکم بناؤ جو ہمارے حلال اور حرام کو جانتا ہو۔ میں نے اسے تم پر قاضی مقرر کیا ہے۔ خبردار ایک دوسرے کے خلاف مقدمات فیصل کرانے کے لیے

ظالم حاکم کے پاس مت جاؤ۔ (ایضاً ص ۱۰۰)

کسی بادشاہ کے مُجسّمے اور بت کو طاغوت کہا جاتا ہے لیکن جو شخص حد سے گزر جائے اور شیطان جو لوگوں کو نیک کاموں سے روکتا ہے اسے بھی لغت میں طاغوت کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں سات جگہ لفظ طاغوت آیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے:

"یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت و قد امروا ان یکفروابه"

یعنی یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے مقدمے طاغوت کے پاس لے جا کر فیصل کرائیں، حالانکہ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ اس کو نہ مانیں (سورہ نساء: آیت ٦٠) ظاہر ہے کہ کوئی اپنا مقدمہ فیصلے کے لیے بت کے پاس نہیں لے جاتا۔ (رضوانی)

اسحاق بن یعقوب بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام زمانہؑ کے نائب جناب محمد بن عُثمان عمری سے کہا کہ مین نے اپنے مُشکل مسائل خط میں لکھ دیے ہیں اور ان کے جواب کا امیدوار ہوں۔ آپ میرا یہ خط امام تک پہنچائیں۔ پھر میں نے اپنا خط ان کے حوالے کیا۔ خط کے جواب میں حضرت امام زمانہ نے لکھا تھا:

و اما الحوادث الواقعة فارجعوا فیها الی رواة حدیثنا فانهم حجتی علیکم و انا حجة الله و اما محمد بن عثمان العمری فرضی الله عنه وعن ابیه من قبل فانه ثقتی و کتابه کتابی

تم کو جن نئے مسائل سے واسطہ پڑے ان کے لے ی ہمارے راویانِ حدیث کی طرف رجوع کرو۔ وہ تم پر حجّت ہیں اور مین اللہ کی طرف سے حجّت ہوں۔ اور جہاں تک محمد بن عُثمان عمری کا تعلّق ہے تو خدا ان سے اور ان کے والد سے راضی ہو۔ وہ میرے قابل اعتماد آدمی ہیں۔ ان کی تحریر میری تحریر ہے۔

(غیبت طوسی ص ۲۹۱ کمال الدین ص ۴۸۴، وسائل الشیعہ ج ۱۸ ص ۱۰۰، بحار الانوار ج ۵۳ ص ۸۱)

فقیہ بزرگوار مرزا حسن آشتیانی (۱۹۰۲ء) اپنی کتاب القضاۃ میں لکھتے ہیں: عمر بن حنظلہ کی روایت کئی جہات سے جامع الشرائط فقیہ کی اطاعت واجب ہونے اور اس کی نافرمانی کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

① امام علیہ السلام نے مسئلہ قضاوت کے لیے جامع الشرائط فقیہ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس حکم کا تقاضا ہے کہ جس کے خلاف فیصلہ دیا جائے اس پر فقیہ کا فیصلہ نافذ ہو اور قابل رد نہ ہو۔

② امام علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ اس کے حکم ہونے پر شیعوں کو راضی رہنا چاہیے، میں نے اس کو تم پر حاکم بنایا ہے۔

③ امام علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ اس کے فیصلے کو تسلیم نہ کرنے والا خدا کے حکم کی توہین کرنے والا ہے اور اس نے ہمارے فرمان کو رد کیا ہے۔

مذکورہ بالا الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ جامع الشرائط فقیہ کی مخالفت حرام ہے۔

امام نے اختلافات کے فیصلے کا حق جامع الشرائط فقیہ کو دیا ہے اور بادشاہوں کے مقرر کردہ قاضیوں کی طرف رجوع کرنے سے منع فرمایا ہے۔

کسی بھی انسان کو ناحق قتل کرنا گناہانِ کبیرہ میں سر فہرست شمار ہوتا ہے۔ بعض روایات میں گناہانِ کبیرہ کی تعداد پانچ، بعض میں سات اور بعض میں پندرہ بیان کی گئی ہے۔ گناہان کبیرہ کی تعداد خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو قتل ان میں سرفہرست ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيۡهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيۡمًا (۹۳)

جو کوئی جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے گا تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اس کے لیے اللہ نے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (سورہ نساء: ۹۳)

مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًا ۢ بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِى الۡاَرۡضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًا ؕ وَمَنۡ اَحۡيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحۡيَا النَّاسَ جَمِيۡعًا ؕ

جو کسی ایسے شخص کو قتل کرے جس نے کوئی قتل نہ کیا ہو اور زمین میں فساد نہ پھیلایا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا اور جو کوئی ایک جان کو زندگی بخشے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی۔ (مائدہ: ۳۲)

وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمۡ رَحِيۡمًا (۲۹) وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ عُدۡوَانًا وَّظُلۡمًا فَسَوۡفَ نُصۡلِيۡهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرًا (۳۰)

اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، بے شک اللہ تم پر بہت مہربان ہے اور جو تعدی اور ایسا کرے گا ہم اس کو عنقریب دوزخ میں ڈال دیں گے۔ اور اللہ کے لیے یہ بہت آسان ہے۔ (نساء: ۲۹۔۳۰)

وَلَا تَقۡتُلُوا النَّفۡسَ الَّتِىۡ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالۡحَـقِّ ؕ

اور جس جان دار کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے اسے ناجائز طور پر قتل نہ کرنا۔ (بنی اسرائیل: ۳۳)

حمران بن اعین راوی ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًا ۢ بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِى الۡاَرۡضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًا ؕ وَمَنۡ اَحۡيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحۡيَا النَّاسَ جَمِيۡعًا ؕ

حالانکہ قاتل نے تو ایک انسان کو قتل کیا ہے۔ وہ پوری انسانیت کا قاتل کیسے بن گیا۔ آپ نے فرمایا کہ قاتل کو دوزخ میں ایسی جگہ پر بٹھایا جائے گا کہ اگر اس نے سب انسانوں کو قتل کیا ہوتا تب بھی یہی عذاب ہوتا۔ میں نے عرض کیا کہ اگر قاتل دوسرا قتل کرے تو پھر کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: عذاب دوگنا کر دیا جائے گا۔ (کافی ج ۷ ص ۲۷۱)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے اللہ تعالیٰ خون کے متعلق فیصلہ کرے گا۔ سب سے پہلے حضرت آدمؑ کے دو فرزندوں کا فیصلہ کیا جائے گا

پھر ترتیب وار خون کے فیصلے ہوں گے۔ یہاں تک کہ تمام خون کے مقدمات کے فیصلے کر دیے جائیں گے۔ اور حالت یہ ہوگی کہ ہر مقتول اپنے قاتل کا گریبان پکڑ کر لائے گا اور کہے گا کہ پروردگار! اس نے مجھے قتل کیا تھا۔ خُدا فرمائے گا کہ کیا تو نے اس کو قتل کیا تھا؟ اسے انکار کی جرأت نہ ہوگی۔ (کافی ج ۷ ص ۲۷۱)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ہر مقتول خواہ وہ نیک ہو یا بد، قیامت کے دن اپنے قاتل کا گریبان پکڑ کر آئے گا اور اس کے جسم سے خون بہہ رہا ہوگا۔ وہ خدا سے عرض کرے گا: خدایا! میرے قاتل سے پوچھ کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا؟ اگر قاتل نے اسے حق کے ساتھ قتل کیا ہوگا تو قاتل کو جنّت میں بھیجا جائے گا اور مقتول کو دوزخ میں بھیجا جائے گا۔ اگر قاتل نے کہا کہ میں نے فلاں ظالم کے کہنے پر اسے قتل کیا تھا، تو اس وقت مقتول سے کہا جائے گا کہ تم قاتل سے قصاص لو۔ اس کے بعد خدا جو چاہے گا ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ (کافی ج ۷ ص ۲۷۲)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص لوگوں کے خون بہانے کے لیے آستین الٹا کے ہوئے ہو، اس کے متعلق یہ نہ سمجھنا کہ وہ ناقابل تسخیر انسان ہے۔ اللہ نے اس کے لیے ایک قاتل مقرر کیا ہے، جو نہیں مرے گا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ نہ مرنے والا قاتل کون ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ قاتل دوزخ ہے۔

(کافی ج ۷ ص ۲۷۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: مومن اپنے دین میں فراخی سے رہتا ہے جب تک ناحق قتل نہ کرے۔ جو مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے اسے توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔ (کافی ج ۷ ص ۲۷۲)

ابو حمزہ ثمالی بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر یا امام جعفر صادق علیہما السلام میں سے ایک بزرگوار نے فرمایا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ بنی جہینہ میں ایک مقتول کی لاش پڑی ہے۔ آنحضرتؐ اس قبیلے کی مسجد میں گئے۔ لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم! جس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے، اگر زمین و آسمان کے تمام رہنے والے ایک مُسلمان کے خون میں شریک ہوں یا اس کے قتل پر راضی ہوں تو خُدا ان سب کو ان کے مُنہ کے بل دوزخ میں ڈال دے گا۔ (کافی ج ۷ ص ۲۷۳)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص اس حالت میں پیش ہوگا کہ اس کے ہاتھ میں ایک برتن ہوگا جس میں خون ہوگا، وہ شخص کہے گا: پروردگار! میں نے تو کسی کو قتل نہیں کیا تھا، اور نہ ہی کسی کے قتل میں شریک ہوا تھا۔ نہ جانے یہ خون کیسا ہے؟ ندائے قدرت آئے گی کہ تو نے میرے فلاں بندے کا ذکر کیا تھا اور تیرے مُنہ سے نکلی ہوئی بات اتنی آگے بڑھی کہ ایک شخص قتل ہو گیا۔ اس کے خون کے کچھ قطرات تیرے حصّے میں بھی آئے ہیں۔ (کافی ج ۷ ص ۲۷۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تین قسم کے افراد جنّت میں نہیں جائیں گے: ① جس نے ناحق قتل کیا ② شرابی ③ چغل خور۔ (کافی ج ۷ ص ۲۷۳)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسولِ خدا ﷺ نے حجۃ الوداع میں منیٰ میں خطبہ دیا اور فرمایا: لوگو! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو، اور اچھی طرح سے میری بات سمجھو۔ میرا خیال ہے کہ آئندہ سال میں تم سے ملاقات نہ کر سکوں گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ لوگو! دنوں میں سے زیادہ محترم دن کون سا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ آج کا دن بڑا محترم ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مہینوں میں سے زیادہ محترم مہینہ کون سا ہے'' لوگوں نے کہا کہ یہ مہینہ زیادہ حرمت والا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تمام شہروں میں سے زیادہ محترم شہر کون سا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ شہر سب شہروں سے زیادہ حرمت والا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تمھارے خون اور تمھارے اموال تم پر اتنے ہی حرام ہیں جتنا کہ یہ دن، یہ مہینہ، اور یہ شہر حرمت والا ہے۔ تم نے خدا کے سامنے پیش ہونا ہے۔ وہ تم سے تمھارے اعمال کے متعلق سوال کرے گا۔ لوگو! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے کہا: خدایا! گواہ رہنا۔ جس کے پاس کسی کی امانت ہو وہ اس تک پہنچا دے۔ یاد رکھو! کسی کی رضا مندی کے بغیر اس کا مال کھانا جائز نہیں ہے۔ اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا اور میرے بعد کافر نہ ہو جانا۔ (کافی ج ۷ ص ۲۷۳)

ایک عبرت انگیز داستان

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے دو برس بعد جناب مُختار بن ابی عبیدہ ثقفی نے ''یا ثارات الحسینؑ'' کا نعرہ بلند کیا۔ چنانچہ ہزاروں افراد خون حسین کا انتقام لینے کے لیے ان کے پرچم تلے جمع ہو گئے۔ جناب مُختار نے شہید کربلا کے قاتلوں کو چن چن کر قتل کیا اور ایک معرکے میں ابن زیادہ لعین بھی قتل ہو گیا۔ پھر کچھ دن گزرے تھے کہ عبداللہ بن زبیر نے خلافت کا دعویٰ کیا اور اپنے بھائی مُعصب بن زبیر کو کوفہ فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ جناب مُختار کی فوج اور اس کی فوج میں کوفہ کے قریب حرورا کے مقام پر خونریز جنگ ہوئی۔ جناب مُختار کو جنگ میں ناکامی ہوئی اور وہ کوفہ آ گئے۔ چند دن دارالامارہ میں محصور رہے۔ پھر دارالامارہ سے نکل کر دوبارہ جنگ کی اور شہید ہو گئے۔ کوفہ پر مُعصب بن زبیر اور شامی فوج کے درمیان مسکن کے مقام پر زبردست لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں مُعصب مارا گیا، اور پورا عراق عبدالملک بن مروان کے زیر نگین آ گیا۔ عبدالملک بن مروان شاہانہ نخوت کے ساتھ کوفہ کے دارالامارہ میں آیا اور دربار عام لگایا۔ اس کے سامنے معصب بن زبیر کا کٹا ہوا سر رکھا تھا۔ اس وقت عبدالملک بن عُمیر نامی شخص کھڑا ہوا اور اس نے عبدالملک بن مروان سے کہا: یہ دارالامارہ بھی عجیب ہے۔ ابن زیاد کے حکم سے حسین بن علی (علیہ السلام) کو قتل کیا گیا، اور ان کا سر ابن زیاد کے سامنے لایا گیا۔ اس وقت ابن زیاد تخت پر بیٹھا تھا اور حسینؑ کا سر سامنے رکھا تھا، میں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ پھر چند دن گزرے کہ اس تخت پر مُختار بن ابی عبیدہ بیٹھا ہوا تھا، اور اس کے سامنے ابن زیاد کا سر رکھا تھا۔ یہ منظر بھی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ پھر حالات نے پلٹا کھایا اور آج آپ اس تخت پر بیٹھے ہیں اور آپ کے سامنے

مُعصب کا سر ہے۔ خدا کرے کہ آپ اس کے شر سے محفوظ رہیں۔ عبدالملک نے جیسے ہی یہ داستان سنی تو اس کے بدن پر کپکپی طاری ہوگئی۔ وہ فوراً تخت سے نیچے اتر آیا اور حکم دیا کہ اس دارالامارہ کو مسمار کر دیا جائے۔

(کیفر گناہ ص ۱۸۲)

بے گناہ سادات کا قتل

شیخ صدوق لکھتے ہیں: عبیداللہ بن بزار نیشاپوری بیان کرتا ہے کہ مجھے حمید بن قحطبہ (ہارون رشید کا مُعتمد خاص) سے کوئی کام تھا۔ میں اس سے ملنے اس کے گھر گیا۔ خادم نے اسے میرے آنے کی اطلاع دی۔ اس نے مجھے اذن باریابی بخشا۔ اندر دسترخوان بچھا ہوا تھا اور انواع واقسام کے کھانے چنے ہوئے تھے۔ حمید کھانا کھا رہا تھا، وہ ماہِ رمضان کے ایام تھے اور دن کا وقت تھا۔ میں روزے سے تھا۔ اس نے مجھے شریک ہونے کی دعوت دی۔ میں نے کہا کہ میں روزے سے ہوں۔ آپ کے پاس روزہ چھوڑنے کا کوئی نہ کوئی عذر ہوگا، لہٰذا آپ کھانا کھائیں۔ حمید نے کہا کہ میں نہ تو بیمار ہوں اور نہ ہی روزہ چھوڑنے کا میرے پاس کوئی عذر ہے۔ یہ کہہ کر وہ دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو میں نے اس سے روزہ نہ رکھنے کا سبب پوچھا اس کے جواب میں حمید نے مجھے یہ داستان سنائی:

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں ہارون کے ساتھ شہر طوس آیا ہوا تھا، ایک رات اس نے مجھے بلایا، میں اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے سامنے ایک ننگی تلوار رکھی ہوئی ہے۔ اس کے پہلو میں ایک غلام کھڑا تھا۔ جب میں پہنچا تو اس نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا اور کہا کہ تم کس حد تک میری اطاعت کر سکتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں اپنی جان و مال سے بھی آپ کی اطاعت کو مقدم سمجھتا ہوں۔ اس نے کہا کہ تم چلے جاؤ۔ میں اپنے گھر آ گیا۔ پھر کچھ دیر بعد مجھے اپنے پاس بلایا۔ میں وہاں گیا تو وہی منظر قائم تھا۔ اس نے بار دیگر مجھ سے پوچھا کہ تم کس حد تک میری اطاعت کر سکتے ہو۔

میں نے کہا کہ میں آپ کی اطاعت کو اپنی جان، مال اور اپنے دین و ایمان پر مقدم رکھتا ہوں۔ جب اس نے میرا یہ جواب سنا تو مطمئن ہوگیا اور بولا کہ یہ تلوار اٹھاؤ اور اس غلام کے ساتھ جاؤ اور اس کی ہدایات پر عمل کرو۔ غلام مجھے ایک ایسے مکان پر لے آیا جو بند تھا۔ اس نے دروازہ کھولا۔ اس مکان میں ایک کنواں اور تین کمرے تھے۔ ہر کمرے میں بیس بیس حسنی سادات تھے، جن کے پیروں میں زنجیریں پڑی ہوئی تھیں۔ غلام ایک کمرہ کھول کر لمبے اور گندھے ہوئے بالوں والے بیس آدمیوں کو نکال لایا۔ جن میں پیر و جواں سب شامل تھے اس نے مجھ سے کہا: ان سب کو قتل کر دو۔ یہ علی و فاطمہ کی اولاد ہیں۔ میں نے یکے بعد دیگرے ان سب کو قتل کر دیا اور غلام نے ان کی لاشیں کنویں میں پھینک دیں۔ پھر اس نے دوسرا کمرہ کھولا۔ اس میں بھی بیس آدمی تھے اور میں نے ان سب کو بھی قتل کر دیا۔ آخر میں ایک بوڑھا رہ گیا۔ اس نے مجھ سے کہا: او بدبخت! خدا تجھے غارت کرے۔ قیامت کے دن تو ہمارے نانا کو کیا مُنہ دکھائے گا۔ یہ سن کر میرے ہاتھ کانپنے لگے اور

میں گھبرا گیا۔ غلام نے مجھے غصے سے دیکھا ۔ لہٰذا میں نے اس بوڑھے کو بھی قتل کر دیا اور غلام نے اس کی لاش بھی کنویں میں پھینک دی۔

میں نے اتنا بڑا جرم کیا ہے، اولادِ رسولؐ میں سے ساٹھ آدمیوں کو ناحق قتل کیا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ نماز، روزے سے مجھے کیا فائدہ پہنچے گا۔ مجھے اپنے متعلق یقین ہے کہ میں ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جلوں گا، اس لیے میں رمضان میں بھوکا رہوں تو کیوں رہوں۔

(عیون الاخبار الرضاج ا ص ۱۰۸)

کربلا کے ایک قاتل کی داستان

ابوالفرج اصفہانی اپنی کتاب مقاتل الطالبین میں لکھتے ہیں: قاسم بن اصبغ بن نباتہ کہتا ہے کہ قبیلہ بنی دارم کے ایک شخص کو میں جانتا تھا، وہ انتہائی خوبصورت جوان تھا۔ کربلا کے جانکاہ واقعہ کے بعد میں نے اسے دیکھا تو اس کا چہرہ کالا ہو چکا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ تو بڑا خوبصورت تھا، اچانک تیرا چہرہ کالا کیسے ہو گیا؟ اس نے کہا کہ میں نے کربلا میں حسین (علیہ السلام) کے ساتھیوں میں سے ایک "نوخیز جوان" کو قتل کیا تھا۔ اس جوان کی پیشانی پر سجدوں کے نشان تھے۔ اس دن سے لے کر آج تک رات کو جب سوتا ہوں خواب میں وہی آ جاتا ہے اور مجھے گریبان سے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے جاتا ہے اور مجھے دوزخ میں پھینک دیتا ہے۔ میں خوف ودہشت کی وجہ سے چیخیں مارتا ہوں۔

راوی کہتا ہے کہ اس لعین کے ہاتھوں حضرت عباس علمدار علیہ السلام شہید ہوئے تھے (ص ۱۲۰)

مؤلف کہتا ہے: شیخ صدوق نے بھی کچھ اضافے کے ساتھ قاسم بن اصبغ بن نباتہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ محدث نوری نے دارالسلام ج ا ص ۲۴۷ و ۲۴۸ پر ابوالفرج اصفہانی اور شیخ صدوق کی دونوں روایات نقل کی ہیں اور آخر میں لکھا ہے کہ وہ مقتول حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام نہیں تھے۔

حجاج بن یوسف کا انجام

علامہ دمیری بیان کرتے ہیں کہ جب حجاج بن یوسف نے سعید بن جُبیر کو شہید کیا تو انھوں نے شہادت کے وقت دعا کی تھی کہ خدایا! میرے بعد اس ظالم کو زندہ نہ چھوڑنا۔ اس کے بعد حجاج بیمار پڑ گیا۔ جیسے ہی اسے نیند آتی تو خواب میں دیکھتا کہ سعید بن جُبیر اس کے پاس آئے ہیں اور اس کا گریبان پکڑ کر کہتے ہیں: "اے دشمن خدا! تو نے مجھے کس جرم میں قتل کیا ہے؟" ۔ حجاج ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھتا اور اس کی نیند اچاٹ ہو جاتی۔ (حیاۃ الحیوان ج ۲ ص ۳۱۶)

روایات میں مرقوم ہے کہ نزع کے وقت حجاج بن یوسف پر بیہوشی کے دورے پڑتے تھے اور وہ یہ کہتا تھا کہ میں نے سعید بن جُبیر کا کیا بگاڑا ہے؟۔

مؤلف کہتا ہے: جناب سعید تابعین میں سے تھے۔ وہ اپنے علم، تقویٰ اور زہد کے علاوہ بحیثیت محدث بھی مشہور تھے۔ حجاج بن یوسف نے انھیں محبّت اہل بیتؑ کے جرم میں قتل کیا تھا۔ ان کی زندگی اور شہادت کے واقعات کے لیے "روضات الجنات" اور "ناسخ التواریخ" کا مطالعہ فرمائیں۔

☆

باب المتفرقات

امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحابؓ

حجۃ الاسلام علامہ سید ذیشان حیدر جوادیؒ

امام جعفر صادق علیہ السلام کے مدرسہ تربیت کے طلاب کی تعداد چار ہزار سے بھی زیادہ ہے اور اس میں بڑے بڑے ائمہ امت کے نام بھی شامل ہیں۔ لیکن وہ اصحاب جنھوں نے امام سے باقاعدہ کسبِ فیض کیا ہے اور آخر دم تک جادۂ حق پر قائم رہے ہیں ان کی تعداد اس سے یقیناً کم ہے۔ اگرچہ یہ تعداد بھی بہت بڑی ہے اور اس میں بعض نام خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں لیکن ان قابلِ ذکر افراد میں بھی بعض وہ افراد ہیں جن کا شمار امام محمد باقر علیہ السلام کے اصحاب میں بھی ہوتا ہے، بلکہ وہ انھیں کے اصحاب میں شمار کیے جاتے ہیں اور بعض کا تذکرہ خصوصیت کے ساتھ امام صادق علیہ السلام کے اصحاب میں کیا جاتا ہے۔ اس لیے ذیل میں صرف دوسری قسم کے چند نمائندہ اسماء گرامی کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

ابان بن تغلب

کوفہ کے رہنے والے تھے، قبیلہ بکر بن وائل سے تعلق رکھتے تھے، اور انتہائی ثقہ قسم کے انسان تھے۔ علم قرائت میں ان کا اپنا ایک مقام تھا اور ان کی اپنی ایک قرائت تھی جو قراء کے درمیان مشہور ہے۔ انھوں نے امام سجاد سے بھی کسب فیض کیا ہے لیکن امام باقرؑ نے انھیں اپنے دور میں حکم دیا تھا کہ مسجد میں بیٹھ کر فتویٰ دیں کہ میں اپنے اصحاب میں ان جیسے افراد کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے امام جعفر صادقؑ سے تیس ہزار حدیثیں حفظ کی تھیں۔ امام کی طرف سے مناظرہ کرنے پر بھی مامور تھے، تاکہ احقاقِ حق کا سلسلہ برقرار رہے۔ ۱۴۱ھ میں وفات پائی اور امام صادقؑ نے ان کی وفات پر انتہائی حزن والم کا اظہار فرمایا۔ روایات میں ہے کہ ابان مدینہ آجاتے تھے تو مسجد مدینہ طالبانِ علوم و روایات کے مجمع سے پر ہو جاتی تھی اور ہر شخص ابان کی زبان سے احادیث سننے کا مُشتاق رہا کرتا تھا۔

اسحاق بن عمار صیرفی کوفی

شیوخ احادیث میں شمار ہوتے تھے۔ اور انتہائی درجہ کے مرد ثقہ تھے۔ ان کے بھائی یونس، یوسف، اسماعیل، قیس اور ان کے بھتیجے علی و بشیر فرزندان اسماعیل بھی سب محدثین کے درمیان نمایاں افراد میں شمار ہوتے تھے۔

ابتدائی دور کے علماء رجال انھیں فطحی المذہب کہا کرتے تھے اور ان کی روایت کو صحیح کے بجائے موثق کا درجہ دیا کرتے تھے۔ لیکن شیخ بہائی نے تحقیق فرمائی ہے کہ اس نام کے دو راوی ہیں۔ اسحاق بن عمار بن حیان جو امامیہ سے تعلق رکھتے تھے اور مرد مُعتبر تھے اور اسحاق بن عمار بن موسی جو فطحی المذہب تھے لیکن موثق تھے۔

اول الذکر کا ذکر رجال نجاشی میں ہوتا ہے اور ثانی الذکر کا ذکر رجال شیخ میں اور شیخ بہائی کی یہ تحقیق ایک مدت تک رائج رہی لیکن آخرین علامہ طباطبائی بحرالعلوم نے یہ تحقیق فرمائی کہ اسحاق بن عمار صرف ایک ہی شخص کا نام ہے اور وہ امامی المذہب اور مرد معتبر تھے۔ لہٰذا ان کی روایت کو صحیح کا درجہ حاصل ہونا چاہیے۔

برید بن معاویہ العجلی الکندی

ابوالقاسم کنیت تھی، وجوہ اصحاب امام میں شمار ہوتے تھے، اور امام باقرؑ اور امام صادقؑ کے حواریین میں سے تھے۔ امام صادقؑ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ دین کے پرچم چار ہیں۔ محمد بن مُسلم، برید بن معاویہ، لیث بن البختری ابوبصیر، زرارہ بن اعین۔ یہ حضرات نہ ہوتے تو فقہ اہلِ بیتؑ مٹ کر رہ جاتی۔ انھوں نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی اور ان کے فرزند قاسم بن برید بھی رواۃ اصحاب امام صادقؑ میں شمار کیے جاتے ہیں۔

ابو حمزہ الثمالی

امام صادق علیہ السلام ان سے فرمایا کرتے تھے کہ تمھیں دیکھ کر میرے دل کو سکون ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ ان کی لڑکی گر پڑی اور اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا تو جراح کو علاج کے لیے لایا گیا، اور وہ بیٹی کی حالت دیکھ کر رو پڑے، قدرت کو اس انداز پر اس قدر رحم آ گیا کہ ہاتھ خود بخود درست ہو گیا اور جراح شکستگی کے آثار تلاش کرتا رہ گیا۔ یہ امام سجادؑ کی خدمت میں بھی حاضر رہے اور اکثر زیارت امیرالمومنینؑ کے لیے حاضر ہوا کرتے تھے تو فقہاء شیعہ کا مجمع لگ جاتا تھا اور لوگ ان سے علمی استفادہ کیا کرتے تھے۔ ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔

حریز بن عبداللہ سجستانی

اصلاً کوفہ کے رہنے والے تھے لیکن بغرض تجارت سجستان جایا کرتے تھے۔ اس لیے سجستانی کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ ان کی کتاب الصّلوٰۃ علماء کے درمیان کافی شہرت کی مالک ہے۔

حمران بن اعین شیبانی

زرارہ کے بھائی تھے۔ امام باقرؑ نے انھیں شیعہ ہونے کی سندی تھی اور ان کی وفات پر فرمایا تھا کہ ایک مرد مومن کا انتقال ہو گیا۔ حمران نے ایک مرتبہ امام صادقؑ سے عرض کی کہ آپ کے شیعوں کی تعداد اس قدر قلیل ہے کہ ایک بکری کا گوشت بھی ختم نہیں کر سکتے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد امیرالمومنینؑ کے واقعی مخلصین صرف سلمان، ابوذر، اور مقداد تھے اور عمار بھی ان میں شامل ہو گئے تھے۔

زرارہ بن اعین

امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سب سے زیادہ نمایاں حیثیت کے مالک تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے فیض بن مُختار سے فرمایا تھا کہ زرارہ نہ ہوتے تو میرے پدر بزرگوار کی حدیثیں ختم ہو جاتیں۔ یونس بن عمار نے امام صادقؑ کے سامنے زرارہ کے حوالے سے ایک امام باقرؑ کی حدیث نقل کی تو آپ نے فرمایا کہ زرارہ نے نقل کیا ہے کہ تو یقیناً صحیح ہوگی۔ جمیل بن دراج نے کہا کہ ہم لوگ زرارہ کے سامنے طفل مکتب نظر آیا

کرتے تھے۔ امام صادقؑ نے فرمایا کہ تھارا نام فہرست اہلِ جنّت میں بغیر الف کے لکھا ہے تو عرض کی کہ میرا اصلی نام عبدربہ ہے۔ زرارہ تو بعد میں مشہور ہوگیا ہے۔ امام صادقؑ کے انتقال کے دو ماہ کے بعد انھوں نے بھی انتقال کیا۔ لیکن اپنے پیچھے اولاد کا ایک سلسلہ چھوڑ گئے جو اہلِ علم وفضل اور مروجین دین ومذہب تھے۔

صفوان بن مہران جمّال اسدی کوفی

کوفہ کے رہنے والے تھے اور اونٹوں کو کرایہ پر چلانے کا کاروبار کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ امام موسٰی کاظمؑ نے فرمایا کہ تم اپنے اونٹ ہارون کو کرایہ پر دیتے ہو؟ تو عرض کی کہ فقط راہِ مکہ میں۔ فرمایا کہ جب تک وہ واپس نہ آجائے تو تم یہ آرزو رکھتے ہو کہ وہ واپس آجائے تو میرے اونٹ اور میرا کرایہ مل جائے؟ عرض کی بے شک۔ فرمایا: ظالم کی بقا کی آرزو کرنے والا بھی روزِ قیامت انھیں کے ساتھ محشور ہوگا۔ تو صفوان نے یہ سن کر سارے اونٹ بیچ ڈالے اور ہارون کو معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ اگر تمھارا اچھا سابقہ نہ ہوتا تو میں تمھیں قتل کرا دیتا۔

زیارت وارثہ، زیارت اربعین اور دعائے علقمہ کی روایت صفوان ہی سے وارد ہوئی ہے اور یہی ایک مدت تک امام صادقؑ کو مدینہ سے کوفہ لاتے رہے اور خود بھی بیس سال تک برابر قبر امیرالمومنینؑ کے قریب جا کر نماز ادا کرتے رہے۔

عبداللہ بن ابی یعفور

امام باقرؑ اور امام صادقؑ کے حوارین میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت پر مکمل ایمان واعتماد رکھتے تھے اور حضرت نے بھی بار بار ان کے حق میں دعائے رحمت کی ہے۔ امام صادقؑ کی زندگی ہی میں طاعون میں انتقال فرمایا تو حضرت نے مُفضل بن عمر کے خط میں بے حد مدح وثنا فرمائی اور فرمایا کہ میں نے ان سے زیادہ خدا اور رسولؐ وامامؑ کی اطاعت کرنے والا نہیں دیکھا ہے۔

فضیل بن یسار البصری

ابوالقاسم کنیت تھی۔ جلیل القدر اصحابِ امام صادقؑ میں سے تھے اور اصحابِ اجماع میں شمار ہوتے تھے یعنی ان کی روایت کی صحت پر تمام علماء کا اجماع واتفاق تھا اور امام صادق فرمایا کرتے تھے کہ جسے اہلِ جنّت کو دیکھنا ہو وہ فضیل کے چہرہ کو دیکھ لے۔

فیض بن المختار الکوفی

امام باقرؑ وصادقؑ وکاظمؑ کے اصحاب اور رواۃ میں شمار ہوتے تھے، ایک مرتبہ امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اپنے وصی کا تعارف کرائیے تو آپ اندر تشریف لے گئے اور فیض کو بھی بلا لیا اور تھوڑی دیر کے بعد امام موسٰی کاظمؑ ہاتھ میں تازیانہ لیے ہوئے وارد ہوئے، تقریباً پانچ سال کی عمر تھی۔ امام صادقؑ نے وصی کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ فرزند! یہ تازیانہ کیسا ہے؟ عرض کی میرا بھائی علی اس سے سب کو مار رہا تھا تو میں نے اس سے چھین لیا ہے۔ فرمایا: فیض! یہ ہے میرا وصی اور جانشین۔ عرض کی: مولا! کچھ اور وضاحت فرمائیں۔ فرمایا کہ صحف ابراہیمؑ وموسٰیؑ رسول اکرمؐ سے وراثت میں مجھ تک پہنچے ہیں اور میں نے اس فرزند کو وارث بنا دیا ہے۔ عرض کی: مولا! کچھ اور وضاحت

فرمائیں ۔ فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار دعا کیا کرتے تھے تو میں آمین کہتا تھا اور میں دعا کرتا ہوں تو یہ فرزند آمین کہتا ہے۔ عرض کی: مولا! مزید ارشاد فرمائیں ۔ فرمایا کہ پدر بزرگوار آرام فرمانا چاہتے تھے تو میں اپنے بازوؤں کو تکیہ بنادیا کرتا تھا اور میں آرام کرنا چاہتا ہوں تو یہ سہارا دیتا ہے۔ لہٰذا اس کی امامت کا اقرار کرو اور اپنے مخصوص اصحاب تک اس امر کی اطلاع پہنچادو۔ فیض نے امام موسیٰؑ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور پلٹ کر یونس بن ظبیان سے اس واقعہ کو بیان کیا تو انھوں نے کہا کہ میں خود امامؑ کی زبان سے اس کی تصدیق کراؤں گا۔ یہ کہہ کر در دولت پر حاضر ہوئے تو حضرت نے اندر سے پکار کر فرمایا کہ یونس تحقیق مت کرو جو کچھ فیض نے بیان کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔

لیث بن البختری

ابوبصیر کے نام سے مشہور ہیں، اور ان کا شمار بھی ان نیک کردار افراد میں ہوتا ہے جنھیں جنّت کی بشارت دی گئی ہے اور جنھیں اصحاب اجماع میں شمار کیا جاتا ہے اور ان کی روایات کی صحت پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

ابوبصیر کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ امام صادق کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم علباء بن دراع الاسدی کے وقتِ آخر موجود تھے تو انھوں نے کیا کہا تھا۔ میں نے عرض کی کہ انھوں نے بتایا تھا کہ آپ نے ان کے بارے میں جنّت کی ضمانت لی ہے۔ آپ نے فرمایا: میں تمھارا بھی ضامن ہوں ۔ میں نے عرض کہ اپنے آباء واجداد سے بھی سفارش فرمادیجیے۔ فرمایا: وہ بھی ضامن ہیں۔ عرض کی کہ رب العالمین سے بھی شفاعت کردیں ۔ فرمایا: وہ بھی ضامن ہے اور جو شخص بھی اہلِ بیتؑ کی محبّت میں راسخ اور صاحب کردار ہوگا آلِ محمدؐ اس کی جنّت کے ذمہ دار ہوں گے ۔

محمد بن علی بن نعمان کوفی

ابو جعفر کنیت تھی اور کوفہ میں طاق المحامل میں دکان رکھے ہوئے تھے۔ اس لیے مومن طاق کے لقب سے مشہُور تھے اور دشمن ان کی حاضر جوابی سے عاجز آکر انھیں شیطان طاق کہا کرتے تھے۔ علم کلام اور مناظرہ کے ماہر تھے۔ مختلف کتابوں کے مُصنّف بھی تھے۔ ابو حنیفہ سے بارہا مناظرہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ابو حنیفہ نے عقیدہ رجعت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ مجھے پانچ سو اشرفی قرض دےدو، رجعت میں لے لینا۔ ابو جعفر نے کہا کہ میں حاضر ہوں لیکن تم ضمانت لے آؤ کہ رجعت میں تم انسان ہی کی شکل میں آؤگے، ورنہ بندر کی شکل میں آگئے تو میں کس سے مطالبہ کروں گا۔

امام صادقؑ کی وفات کے بعد ابو حنیفہ نے یہ طنز کیا کہ اب تو تمھارے امام مرچکے ہیں، تو ابو جعفر نے برجستہ کہا کہ تمھارا امام تو وقت معلُوم تک زندہ رہے گا تھیں کیا فکر۔

ایک دن ابو حنیفہ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، دور سے ابو جعفر کو آتے دیکھا تو کہا کہ دیکھو شیطان آرہا ہے۔ ابو جعفر نے اس جملہ کو سن لیا اور فوراً قرآن مجید کی آیت کی تلاوت کردی کہ: ''ہم نے شیاطین کو کافرین کی طرف بھیج دیا ہے تاکہ وہ ہمیشہ انھیں

اذیت دیتے رہیں"۔

کوفہ میں ایک مرد خارجی ضحاک نامی تھا۔ اپنے کو امیرالمومنین کہا کرتا تھا۔ اور لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیا کرتا تھا۔ ایک دن مومن طاق اس کے پاس گئے اور کہا کہ میں نے تمھارے عدل وانصاف کی بہت تعریف سنی ہے، لہٰذا میں تمھارے اصحاب میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ اس نے موقع غنیمت جان کر خوش آمدید کہا اور اصحاب میں شامل کرلیا۔ مومن طاق نے کہا کہ آپ حضرت علیؑ کے مخالف کیوں ہیں؟ اس نے کہا کہ انھوں نے صفین میں حکم قبول کرلیا تھا اور یہ اسلام کے خلاف ہے۔ مومن طاق نے کہا کہ میں آپ سے اس موضوع پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ نے اپنی بات ثابت کردی تو آپ کے مرتبہ کا قائل ہوجاؤں گا۔ لیکن بحث میں فیصلہ کون کرے گا۔ بغیر ثالث کے فیصلہ ممکن نہیں ہے۔ ضحاک نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو حکم بنادیا۔ مومن طاق نے تجویز کو منظور کرتے ہوئے کہا: ایہا الناس! اس شخص نے حکم منظور کرلیا ہے، لہٰذا یہ اسلام سے خارج ہوگیا ہے۔ یہ سننا تھا کہ لوگوں نے اسے اس قدر مارا کہ بے دم ہوگیا۔

محمد بن مسلم بن ریاح الطحان الثقفی الکوفی

بزرگان اصحاب امام باقرؑ و صادقؑ میں تھے۔ ان کی روایات کی صحت پر علماء کا اجماع واتفاق ہے۔ مدینہ میں چار سال قیام کرکے تیس ہزار حدیثیں امام باقرؑ اور سولہ ہزار حدیثیں امام صادقؑ سے حاصل کی تھیں۔

عبداللہ بن ابی یعفور نے امام صادقؑ سے دریافت کیا کہ اگر آپ تک رسائی ممکن نہ ہو تو احکام دین کو کس سے اخذ کیا جائے؟ فرمایا: محمد بن مُسلم میں کیا خرابی ہے وہ تو میرے پدر بزرگوار کے نزدیک بھی محترم تھے۔

محمد بن مُسلم کا بیان ہے کہ ایک رات ایک عورت نے میرے دروازے پر دق الباب کیا اور یہ مسئلہ دریافت کیا کہ اگر عورت مرجائے اور شکم میں بچہ ہو تو کیا کیا جائے۔ میں نے کہا کہ امام محمد باقرؑ نے اس سلسلہ میں فرمایا ہے کہ شکم کو چاک کرکے بچہ کو نکال لیا جائے۔ مگر میں ایک گوشہ نشین انسان ہوں، تجھے میرا پتا کس نے بتایا ہے" اس نے کہا کہ یہ مسئلہ ابوحنیفہ کے سامنے پیش آیا تھا۔ انھیں جواب نہیں معلوم تھا تو مجھے آپ کے پاس بھیجا گیا ہے۔ دوسرے دن مسجد میں وارد ہوا تو دیکھا کہ ابوحنیفہ اس مسئلہ کو اپنے نام سے بیان کررہے ہیں۔ میں نے اشارہ کیا کہ میں یہاں موجود ہوں تو گھبرا کر کہا کہ ایک لمحہ تو زندہ رہنے دو۔

تواریخ کی بنا پر محمد بن مُسلم ایک دولت مند انسان تھے۔ امام باقرؑ نے انھیں نصیحت کی کہ تواضع سے کام لیا کرو، تو سارا کاروبار چھوڑ کر کھجور بیچنے لگے۔ لوگوں نے اصرار کیا کہ یہ کام آپ کے شایانِ شان نہیں ہے تو آٹا پیسنے کی چکی لگالی اور اسی بنا پر انھیں طحان کہا جانے لگا۔

معاذ بن کثیر الکسائی الکوفی

شیوخ اصحاب امام صادقؑ میں شمار ہوتے ہیں۔ امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت کی نص کے راویوں میں شمار ہوتے ہیں۔ کرباس فروشی کا کام کرتے ہیں۔ جب کاروبار بند کیا تو امام صادقؑ نے فرمایا کہ کاروبار کا بند

کردینا کارِ شیطانی ہے۔ کاروبار کے بند کردینے سے دو تہائی عقل معطل ہوجاتی ہے۔

ایک مرتبہ عرفات کے میدان میں بے پناہ مجمع دیکھ کر امامؑ سے عرض کی کہ امسال حجاج بہت زیادہ ہیں۔ آپ نے قریب بلاکر فرمایا کہ یہ تو مجمع ہے ورنہ اصل حاجی تم لوگ ہو اور خُدا تمھارے ہی جیسے افراد کے اعمال کو قبول کرتا ہے۔

معلیٰ بن خنیس بزاز کوفی

ان کا شمار بھی اولیاء اللہ اور اہلِ جنّت میں ہوتا ہے۔ امام صادقؑ نے اپنے گھر کے امور کا نگران مقرر کر دیا تھا اور آپ پر بے حد اعتماد فرماتے تھے بلکہ داود بن علی نے اسی محبّت اور اعتماد کی بنا پر انھیں قتل کر دیا تھا۔ تو جب امام صادقؑ کو حادثہ کی اطلاع ملی تو مکہ سے تشریف لے آئے اور داود بن علی کے پاس جاکر فرمایا کہ تو نے اس شخص کو قتل کیا ہے جو خدا کی بارگاہ میں تجھ سے یقیناً بہتر تھا، تو یاد رکھنا کہ مُعلّیٰ کی منزل جنّت الفردوس ہے۔ اس نے معذرت کی کہ میں نے نہیں قتل کیا ہے بلکہ انھیں سیرافی نے قتل کیا ہے۔ تو آپ نے سیرافی سے انتقام لیا اور اسے قتل کرا دیا اور دوسری روایت مین ہے کہ آپ نے آخر شب سر سجدہ میں رکھ کر داؤد بن علی کے حق میں بددعا کی تو تھوڑی دیر کے بعد اس کے گھر سے گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہوگئیں اور معلوم ہوا کہ وہ دنیا سے رخصت ہوگیا ہے۔

ہشام بن محمد بن السائب الکلبی

ابوالمنذر کنیت تھی۔ علم الانساب کے ماہر تھے۔ ایک عارضہ کی بنا پر حافظہ خراب ہوگیا تھا، اور سب بھول گئے تھے تو امام صادقؑ سے فریاد کی۔ آپ نے ایک جام عنایت فرمایا اور اسے پی لیا تو پورا حافظہ واپس آگیا۔ حضرت ان سے بے حد محبّت فرماتے تھے اور علم الانساب میں مشہور نساب کلبی انھیں کا نام ہے۔

یونس بن ظبیان کوفی

بعض علماء رجال نے ان کے بارے مین تشکیک کی ہے لیکن محدث نوری نے خاتمہ مُستدرک میں ان کی وثاقت کے دلائل تحریر فرمائے ہیں اور امام صادقؑ کی طرف سے دعائے رحمت بلکہ بشارت جنّت کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان کے مرویات میں امام حسینؑ کی ایک زیارت، نجف اشرف میں زیارت امیرالمومنینؑ کے بعد کی دعا اللھم لا بد من امرک...... وغیرہ جیسی مشہور زیارتیں اور دعائیں بھی شامل ہیں۔

فجزاھم اللہ عنا وعن الاسلام خیر الاجزاء

یہ ایک حقیقت مُسلمہ ہے کہ یورپ کے دماغ علم نے ایشیا کے خون سے پرورش پائی ہے لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ اس نشوونما کے لیے کس قدر تازہ گرم اور میٹھا خون درکار ہوا ہے، ایشیائی اقوام کے نبض شناس کہتے ہیں کہ بدن کی کوئی رگ ایسی باقی نہیں رہی جس کا خون کھینچ کھینچ کر یورپ کے اس عظیم الشان دیوتا کی نذر نہ چڑھ گیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہر عضو اپنے مقام پر معطل و بیکار ہے اور تاوقتیکہ دماغ اپنا پس خوردہ رحم کھا کر نہ دے۔ وہ اپنی حیات کو خود سنبھالنے کی قوت نہیں رکھتا۔ اس زندگی کو موت کہو یا غلامی، ایشیائی اقوام سینکڑوں برس سے گزارتی چلی آئی ہیں لیکن ان کو اب تک اس کا صحیح احساس نہیں ہوا کہ وہ کس حال میں اور کیوں ہیں۔ تہذیب مغرب کا ایک عظیم الشان سیلاب ہے کہ ایشیائی خیالات ایشیائی آزادی اور ایشیائی قوت کو اپنی پرشور دھاروں میں بہائے لیے جاتا ہے۔ ایسے موقعوں پر شاید خس وخاشاک کو پہلو بدلنے کا موقع مل جاتا ہو۔ لیکن ان غریب انسانوں کو بدنصیبی سے یہ بات حاصل نہیں۔ ایشیا میں سب ملکوں سے زیادہ بدنصیب ہندوستان ہے، جو سیاسی وتمدنی اور معاشرتی آزادی کے ساتھ اپنی دماغی آزادی بھی نذر اغیار کر بیٹھا ہے۔ مغربی اقوام کی تقلید کا بھوت کچھ اس طرح اس کے سر پر سوار ہے کہ وہ اپنی پرزور گرفت میں جو چاہتا ہے کہلوا لیتا ہے۔ گویا اس کی گردن مین ایک رسی پڑی ہوئی ہے۔ اور ایک زبردست ہاتھ اس کو کشاں کشاں لیے چلا جا رہا ہے۔

یورپ کس قدر بیدار ہے کہ سینکڑوں برس سے ہندوستان پر حکمران ہے، مگر زندگی کے کسی ایک شعبہ میں بھی آج تک وہ ہندوستان کا مُقلّد نہیں بنا۔ دیگر اقوام کی طرح ہندوستانی بھی ایک دو نہیں سینکڑوں، ہزاروں، اصول زندگی کے مختلف شعبوں میں رکھتے ہیں۔ کیا ان میں سے دو چار بھی اس قابل نہیں کہ حکمران قوتوں کے دل و دماغ پر ہلکا سا اثر بھی ڈال سکیں، اور دوامی طور پر نہ سہی عارضی طور پر ہی ان کی ہلکی سی توجہ اپنی طرف کھینچ سکیں۔ ایسے اصول میں ضرور اور عقل کی روشنی میں چمکتے بھی نظر آتے ہیں۔ مگر اس کو کیا کیجیے کہ اپنے سوادوسروں پر یہ جادو چلتا نہیں۔ یہ درست ہے کہ حکومت کا پلہ بھاری ہوتا ہے، اور محکوم کی تقلید حاکم کی تذلیل ہے۔ اچھا اس طرف سے خیال ہٹا لیجیے۔ یورپ میں اور بہت سی قومین آپ کا خون چوس رہی ہیں۔ اور آپ ان کے ہر عمل کو نظر استحسان سے دیکھ بھی رہے ہیں۔ بھلا ان میں سے کسی ایک سے اپنی تقلید کرا تو لیجیے۔ ناممکن ہے کہ یہ امید برآئے۔

آپ کی عملی یا خیالی تقلید کا ہلکا سا پرتو بھی ان کے دماغ پر نہیں پڑسکتا۔ بس اب نتیجہ میں یہ کہنا پڑے گا کہ دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہے۔ یا تو آپ مغربی اقوام کے مقابل انتہائی وحشت و بربریت کی حالت میں ہیں اور تہذیب و شائستگی کا جھوٹے بھی آپ سے کبھی کوئی تعلق نہیں رہا۔ یا یہ کہ آپ کی عقل وفہم کی چمک ماری گئی ہے۔ اور آپ کورانہ تقلید پر خواہ مخواہ تل بیٹھے ہیں اور روپ کو بہروپ بنانے کی فکر میں ہیں۔ اس سے زیادہ بے عقلی کا ثبوت اور کیا ہوگا کہ آپ نے مغربی اقوام کو معصوم فرض کرلیا ہے۔ کیونکہ ان کے دل و دماغ سے جو بات نکلتی ہے، آپ اسے وحی آسمانی سے زیادہ وقعت دیتے ہیں، اور جو فیشن، یا اسلوبِ زندگی وہاں سے باہر نکلتا ہے آپ اسے فعل معصوم سے زیادہ وقیع سمجھتے ہیں۔ ایک دو نہیں، اہلِ یورپ کے بے شمار اصولِ زندگی ہم ہندوستانیوں میں رائج ہیں۔ کیا ان کے متعلق کبھی بھولے سے بھی ہم نے یہ غور کیا ہے کہ وہ ہمارے لیے مناسب ہیں۔ کیا ہم نے بھی ان کو عقل و ادراک کی کسوٹی پر کس کر دیکھا ہے۔ وہ کھرے ہیں یا کھوٹے۔ ہرگز نہیں۔ شوق کا رخ صرف اس طرف ہے کہ وہ ایک ایسی قوم سے مل رہے ہیں جن کو ہم نے تہذیب و شائستگی کے انتہائی نقطہ پر فرض کرلیا ہے۔ اور جن کے پیچھے چلنا اور جن کی عظمت کرنا ہمارے اعتقاد کا ایک جزو لاینفک بن چکا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ روشنی کا زمانہ ہے۔ ممکن ہے ایسا ہی ہو، لیکن ہم کو یہ کہنا اچھا نہیں لگتا۔ کیونکہ کورانہ تقلید کی تاریکی ہم کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ علمی روشنی اگر ہے تو دوسروں کے لیے عقلی تابانی ہے، تو اوروں کے لیے ترقی کی راہیں کھلی ہیں، تو اوروں کے لیے، ہم کو کیا غلامی کا قلادہ تقلید کا پٹا جس طرح پہلے گردن میں پڑا ہوا تھا، اب بھی ہے۔ ہمارے دل و دماغ پر دوسروں کی حکومت جس طرح پہلے تھی اب بھی ہے۔ انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ تقلید یورپ کی اس زبردست رو میں ہمارے مذہبی مُعتقدات بھی خس و خاشاک کی طرح بہ نکلے۔ خدا کی شان دیکھو کل تک جو باتیں ہمارے اسلاف بلکہ خود ہماری جزو ایمان تھیں اور جن کی عظمت ہماری زندگی کا بہترین مقصد تھا، آج وہ ہمارے عزت و احترام کے دائرہ سے خارج ہیں۔ غیروں کا ذکر نہیں، ہم خود ان کو انتہائی حقارت و نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ کس طرح جلد سے جلد ان سے ہماری گلوخلاصی ہوجائے اور ان کی جگہ دوسری پسندیدہ باتیں ہم میں رائج ہوجائیں۔ مجھے ہندوستان کی تمام اقوام سے بحث نہیں، ہاں جو کچھ کہنا ہے وہ مُسلمانوں کے متعلّق ہے۔ مُسلمانوں کے علاوہ دیگر اقوام ہند ہمیشہ سے موم کی خاصیّت کی حامل رہی ہیں۔ جیسا سانچہ مل گیا ویسا ہی ڈھل گئیں۔ البتہ مُسلمان اپنے عقائد میں ایک بڑی حد تک استحکام رکھتے تھے۔ جب وہ عرب سے نکلے تھے تو اس دعوے سے نکلے تھے کہ دنیا کے جس خطہ پر فاتحانہ انداز سے جائیں گے اسے کسی نہ کسی طرح اپنے رنگ میں ضرور رنگ لیں گے۔ اس دعویٰ میں بڑی حد تک جان تھی۔ وہ جہاں پہنچے اس خیال

کو بغیر پورا کیے نہ رہے۔ ہندوستان میں کونسی قوم ہے جس نے اسلامی تمدن کا سایہ اپنے اوپر نہ پڑنے دیا ہو۔ اسلامی عقائد کو اپنے دل میں کم و بیش جگہ نہ دی ہو، اسلامی رسم و رواج کو اختیار کر کے فخر نہ کیا ہو۔ مگر افسوس ان ہی مُسلمانوں کی اولاد جو تمام دنیا کو اپنے رنگ میں رنگنے اور اپنی شاہراہ پر چلانے کے لیے اٹھے تھے آج اپنی عملی قوت اور اعتقادی طاقت کو اس حد تک کھو بیٹھی ہے کہ اس کے دل و دماغ پر ہر تہذیب کا تسلّط ہو جاتا ہے اور کٹ پتلی کی طرح جو چاہتا ہے اسے نچا دیتا ہے اور سب باتوں کو جانے دو، اس وقت تھوڑا سا غور پردہ ہی کے متعلّق کر لو۔ دیگر تقلید پرست اقوام کے دوش بدوش آج مُسلمان بھی یہ غل مچا رہے ہیں گو ابھی تک آواز زیادہ اونچی نہیں ہوئی کہ پورہ بیکار شے ہے۔ اس سے عورتوں کی صحت کو نقصان پہنچتا ہے، تربیت اولاد میں خرابی واقع ہوتی ہے۔ عورتوں کا علم و تجربہ ترقی سے رک جاتا ہے۔ ان کا حسن دلفریب تحسین و آفرین کا خراج حاصل کرنے سے محروم رہتا ہے۔ ان کے فطری جذبات کا خون ہوتا ہے، ان کی آزادی سلب ہوتی ہے۔ ان کے جائز حقوق پامال ہوتے ہیں اور اس قسم کے بے شمار فرضی دلائل حصولِ مقصد کے لیے بیان کیے جاتے ہیں اور نئی روشنی والے نوجوان اپنی دھواں دھار تقریروں سے سیدھے سادے مُسلمانوں کو مرعوب بنانے اور ان کے خیالات کو اپنے نئے عقیدہ میں جذب کرنے کی انتہائی سعی فرما رہے ہیں۔ اگر چہ ابھی تک وہ سعی لاحاصل ہی سہی۔ مگر امید اپنے سبز باغ دکھائے ہی جاتی ہے۔

کاش اتنا ہی ہوتا کہ ان دلائل ہی کی پرزور رو برس کر رک جاتی، غضب یہ آیا کہ اس سلسلہ میں قرآن و حدیث سے مدد حاصل کی جانے لگی۔ اور ایک ایسا گروہ جس کو مذہب اور مذہبیات سے کبھی دور کا بھی تعلّق نہیں رہا اپنے کو دینی اجتہاد کے دائرہ میں دیکھنے لگا۔ اس کی آنک پر چڑھی عینک پردہ کے متعلّق جملہ آیات و احادیث کو کچھ ایسے لفظوں میں دکھاتی ہے جو سراسر گویا اس مفہوم کے مطابق ہیں۔ آیات و احادیث کی من مانی تاویل میں اب اس کو کسی طرح کا باک نہیں۔ کیونکہ اس کے دماغ میں آزادی کی ہوا بھری ہوئی ہے۔ مذہب کا نقش احترام اس کے قلب سے مٹ چکا ہے۔ وہ اپنے کو اپنی زبان سے روشن دماغ کہہ چکا ہے۔ وہ تہذیب مغرب کا وارہ و شیفتہ ہے۔ دوسروں کی تقلید کی قسم کھائے بیٹھا ہے۔ اس کی عقل عادی نے عقل فطری کی چمک مار دی ہے۔ وہ خدا و رسول کا ہم خیال بننا اپنی انتہائی توہین سمجھتا ہے۔ خدا و رسول کو اپنا پیرو اور متبع بنانا چاہتا ہے۔ اس کے نزدیک اب سے تیرہ سو سال پہلے کے علماء مُفسّرین و محدّثین تاریک خیال، جہالت شعار، لکیر کے فقیر، آنکھوں کے اندھے، ایمان کے کمزور، عقل کے مفلوج، فہم کے مدقوق، خیالات کے تنگ اور تعصّب کے بندے تھے۔ انھوں نے جو کچھ سمجھا، بالکل غلط سمجھا، اس پر یہ ستم ظریفی دیکھو کہ باوجود قرآن و حدیث کی زبان سے بالکلیہ ناواقفیت رکھنے کے اسے یہ دعویٰ ہے کہ وہ ہر آیت و حدیث کا مطلب پیشوایانِ دین، ائمہ طاہرین، صحابہ بایقین سے بہتر سمجھتا ہے۔ موجودہ علماء اگر اس کے

خیال کی تائید میں کچھ کہتے یا لکھتے ہیں تو وہ اپنے دامن گردان کر ان کی توہین و تذلیل پر کمر بستہ ہو جاتا ہے۔

اب اس کی نظر میں ان کی وقعت اس لیے نہیں کہ وہ مدرت سے بجائے ان کے اہلِ یورپ کا مُقلّد بن چکا ہے اور مغربی تہذیب کو عصمت کے سانچہ سے نکلتا ہوا دیکھ چکا ہے۔ اب وہ اس بات پر تلا بیٹھا ہے کہ جلد سے جلد عورتوں کے چہروں سے نقاب شرم وحیا اٹھا دے۔ انھیں گھروں کی چار دیواری سے نکال کر مغربی خواتین کی طرح بازاروں، پارکوں، جلسوں، شاہراہوں پر آزادی سے گھومنے دے، خود بھی اس کے حسن سے لطف اندوز ہو، اور دوسروں کی آنکھوں کو بھی دعوت دے کہ اس خوان یغما سے بقدر جذبہ شوق حصّہ لیتے جائیں۔ وہ ریشمی ساڑھیوں، قیمتی پوشاکیں پہنا کر بذاتِ خود ہی حسن فتنہ انگیز کی ہوشربا کرشمہ کاریاں نہیں دیکھنا چاہتا، بلکہ اپنے لطف میں دوسروں کو بھی شریک کرنا چاہتا ہے۔

اس نے اپنے شوق کو منظر عام پر لانے کے لیے مچلتے جذبوں کو تسکین بخشنے کے لیے ایسے بہت سے دلائل سوچ لیے ہیں جو سادہ لوحوں پر جادو کا سا اثر ڈال سکیں۔ قسم لے لو۔ جو اس کی نظر کسی فائدہ تمدنی یا معاشرتی پر ہو، قسم لے لو، جو اس کو حفظانِ صحت کے اصول کا پرمگس کے برابر بھی خیال ہو۔ قسم لے لو جو اس کا یہ خیال صنف نازک کی خیر خواہی اور ہمدردی میں ہو۔ وہ جو کچھ کر رہا ہے اپنے شوق کی آگ میں کر رہا ہے۔ وہ دنیا میں بہشت کا تماشہ مرنے سے پہلے دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ عورتوں کی آزادی کا اس لیے پُرجوش حامی ہے کہ دوسروں کا عریاں حسن دیکھ کر اس کی طبیعت مچل چکی ہے۔ جذبات قابو سے باہر ہو چکے ہیں۔ موجودہ تہذیب اس کو اجازت نہیں دیتی کہ کوٹھوں پر اپنے جذبات کو حسن بازاری کے ساتھ کھیلنے کے لیے چھوڑ دے۔ اس لیے وہ سونے فتنوں کو جگانے کے لیے تیار ہوا ہے۔

افسوس صد افسوس وہ پردہ جو تہذیب اسلامی کا طرۂ امتیاز تھا، آج ناعاقبت اندیشوں کے ہاتھوں مشرقی خواتین کے چہروں سے ہٹتا جا رہا ہے۔ اور وہ وقت آ گیا ہے کہ شرم وحیا کے دامن میں منہ چھپا کر رہنے والی آنکھیں منظر عام پر آ کر اغیار کی ان آنکھوں کا تماشہ دیکھیں جن سے عشق ومحبّت کے حیا سوز نہیں بلکہ انسانیت سوز شرارے نکل رہے ہیں۔ وب وہ وقت آ لگا ہے کہ اسلام کی وہ عفت مآب خواتین جو حرام کاری کے شعلوں سے اپنے دامنوں کو بچائے، احکام اسلام کے حصار میں امن وامان سے بیٹھی تھیں، اور نیک چلنی، وعفت شعاری کو اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد سمجھتی تھیں۔ جن کی نگاہ شوہر، باپ، بھائی وغیرہ جیسے خاص الخاص عزیزوں کے سوا کبھی کسی اور کی نگاہ سے نہ الجھتی تھی۔ اب سینکڑوں نگاہوں کے تیر اپنے ایمان بھرے دل پر کھانے کے لیے تیار ہو رہی ہیں۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ عورتیں انتظام خانہ داری کرتیں اور بال بچوں کی پرورش میں مشغول رہتی تھیں۔ اب وہ زمانہ ہے کہ مرد بال بچوں کی پرورش کرنے والے اور عورتوں کی جگہ تدبیر منزل میں حصّہ لینے والے ہیں۔ اب مرد کماتے کماتے یوں ہی اکتا گئے ہیں، چاہتے ہیں کہ وہ گھر میں عورتوں کی طرح بیٹھیں اور

عورتیں انھیں کما کما کر کھلائیں، عقلاً ہونا بھی یوں ہی چاہیے۔ "کلُّ جدیدٌ لذیذٌ" لیکن ڈر یہ ہے کہ آگے چل کر آزادی کی رو میں کہیں عورتیں بچے جننے کا بار مردوں پر نہ ڈال دیں۔ مغربی ڈاکٹر ایسے اپریشنوں میں کامیاب ہو چکے ہیں جو صنف کو بدل دیتے ہیں۔ لہٰذا مردوں کو اس کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ جن ملکوں میں عورتوں کو غیر ضروری آزادی حاصل ہو چکی ہے وہ تو اس آزادی کے خلاف شور و غل مچا رہے ہیں اور اس عالمگیر طوفان کے تباہ کن اثرات سے پناہ مانگ رہے ہیں اور دل سے اس کی خواہشمند ہیں کہ پنجرے سے نکلی ہوئی قمریاں پھر کسی طرح کابک میں آ جائیں۔ مگر ہم ہیں کہ باوجود سب کچھ جاننے کے اسی زہر کے پیالے کو مُنھ سے لگائے ہوئے ہیں۔

ببیں عقل و دانش بباید گریست

(رسالہ البرہان جمادی الثانی ۱۳۶۹ھ)

بقیہ باب المسائل

گے تو روضۂ امام حسینؑ کو مسمار کر دیں گے۔ یہ ان کے مطابق روایت ہے کیا ایسی کوئی روایت ہے؟ اور اگر ہے تو اس کی سند و صحت کیسی ہے۔ تبصرہ فرمائیں

جواب، باسمہ سبحانہ: ایسی کوئی روایت نظر قاصر سے نہیں گزری۔ واللہ العالم

فقط والسلام خیر الختام

احقر محمد حسین النجفی عفی عنہ بقلمہ سرگودھا

بقیہ باب الحدیث

کہ: مولا! آپ ان باتوں کا تذکرہ فرما رہے ہیں جو ہمارے لوگوں میں بہت کم پائی جاتی ہیں۔

☆ یہ سن کر امام نے فرمایا: پھر وہ لوگ کس طرح دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہمارے شیعہ ہیں؟

(اصول کافی)

وفیه کفایة لمن له ادنی درایة

بقیہ ایک مغالطے کا ازالہ

کر دینا چاہیے اور چھوڑ دینا چاہیے کہ جو صرف ہمارے ہاں نص ہے تو جس طرح انھوں نے امامت کبریٰ کو غیر منصوص کہہ دیا ہے اس طرح وہ طواف نساء کو بھی غیر منصوص کہہ دیں گے اور واضح رہے کہ اگر وہ کسی دینی حکم کو غیر منصوص کہہ دیں گے تو وہ بدعت بن جائے گا، پھر اس پر عمل نہیں ہو سکتا تو اب سوچیں کہ جنھوں نے اس بنا پر امامت کے منصوص ہونے کا عقیدہ چھوڑ دیا ہے کہ اس نص کا مُنکر کافر نہیں انھیں کیا کیا چھوڑنا پڑے گا؟؟

یاد رہے کہ ہر عقیدے میں جھول اور ہر گناہ معاف ہو سکتا ہے سوائے شرک کے کہ یہ بات نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اس لیے باقی کسی بھی عقیدے اور عمل میں مُتشدِّد ہونا عقیدۂ توحید کو نعوذ باللہ گرانے والی بات ہے۔ اللہ ہمیں دین کی سمجھ کا سلیقہ عطا فرمائے۔ آمین

قل هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين۔ الحمد للہ رب العالمین۔

ردائی

قاتل سونا

مترجم: مولانا اقبال حسین مقصود پوری

حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کسی ضروری کام سے سفر پر جا رہے تھے۔ ان کے تین حواری آپ کے ہمراہ تھے۔ راستے میں تین طلائی اینٹیں دکھائی دیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: یہ سونا بعض لوگوں کا قاتل قرار پائے گا۔ خیال رکھنا، اس کی محبت تمھارے دلوں میں نہ اترنے پائے۔ آپ اپنے ساتھیوں کو ایسی ہی نصیحتیں کرتے ہوئے چل دیے۔

تھوڑی دور جا کے ایک ساتھی کے دل میں سونے کو اٹھانے کا ارادہ پیدا ہوا۔ اس نے حضرت عیسیٰؑ سے درخواست گزاری:

اے روح اللہ! مجھے ابھی یاد آیا ہے، میں ایک ضروری کام کے لیے آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔ اگر آپ مہربانی فرمائیں تو میں واپس چلا جاؤں؟

اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد دوسرے دو ساتھیوں نے بھی اسی طرح کی معذوری کا اظہار کیا۔ حتیٰ کہ تینوں حضرت کو اکیلا چھوڑ کر واپس ہوئے۔ ہر شخص کی کوشش تھی جتنا جلدی ہو سکے ان طلائی اینٹوں تک دوسروں سے جلدی پہنچ جائے۔ تاکہ وہ اسی کی ہو جائیں۔ اتفاق سے ہر سہ افراد اکٹھے اینٹوں کے پاس پہنچے۔ باہمی مشورے کے بعد فیصلہ ہوا کہ انھیں آپس میں برابر برابر تقسیم کر لیں گے۔

ان میں سے دو ساتھیوں نے تیسرے کو مطمئن کرنے کے بعد بھوک مٹانے کے لیے بازار سے غذا لینے کے لیے روانہ کر دیا۔ راستے میں تنہائی میں اس نے خوراک میں زہر ملانے کا سوچ لیا۔ اور بازار سے کھانا خرید کر کے اس میں زہر ملا دیا۔ تاکہ اس کے کھاتے ہی اس کے باقی دونوں ساتھی مر جائیں اور وہ ان طلائی اینٹوں کا واحد مالک ہو۔

اینٹوں کے پاس بیٹھے اپنے ساتھی کی واپسی کا انتظار کرنے والے دونوں ساتھیوں نے بھی مل کر منصوبہ بنایا کہ جونہی کھانا لانے والا ساتھی واپس آئے اسے مل کر قتل کر دیا جائے، تاکہ یہ سونا صرف ہم دونوں کا ہو جائے۔

جب کھانا لانے والا ساتھی واپس آیا تو دونوں نے مل کر اسے قتل کر دیا۔ اور اطمینان سے کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے۔ کھانا کھاتے ہی وہ دونوں بھی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واپسی پر ادھر ہی سے گزر ہوا، جب آپ نے دیکھا کہ آپ کے تینوں ساتھی ان طلائی اینٹوں کے پاس مر چکے ہیں، تو آپ نے رب ذوالجلال سے ان کے زندہ ہونے کی دعا فرمائی۔ اور پھر انھیں زندہ کر لیا۔ جب وہ اٹھ کھڑے ہوئے تو آپؑ نے ان سے فرمایا: کیا میں نے تمھیں نہیں کہا تھا کہ یہ سونا بعض لوگوں کے قتل کا سبب ہوگا۔

(موضوعی داستانیں ص ۱۸۴ و ۱۸۵)

☆ جامعہ عربیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا کے سابق باورچی محمد ریاض چند ماہ بیمار رہے اور گزشتہ دنوں رضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرو اجر سے نوازے۔ بجاہ النبیؐ و آلہٖ

☆ مدرسہ ہذا کے سیکورٹی گارڈ ملک علی خان کی پھوپھی زاد بہن موضع چکڑالہ ضلع میانوالی میں وفات پا گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرو اجر سے نوازے۔

☆ زوار محمد علی نیو سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا کا نواسہ اور مرید حسین کا بیٹا محمد عرفان کراچی میں حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بخشش فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ بجاہ النبیؐ و آلہٖ

☆ جناب ڈاکٹر جابر حسین صاحب درخشاں کلینک والے جہانیاں منڈی کی زوجہ محترمہ رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان و لواحقین کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ بجاہ النبیؐ و آلہٖ

☆

Registered No. (G) H.C/722